ادارہ اشرف الامداد

Contact: 0321-4050123, 0300-8439617

بجان

اورنگ زیب عالمگیر

شریعت کے آئینہ میں مسلمان بادشاہ کے کردار کی بے غبار تصویر

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

مکتبہ خانہ جمیلی نمبر ۵ گولڈنگ روڈ لاہور

ترجمان

اورنگ زیب عالمگیرؒ

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

ناشر

کتب خانہ جمیلی ۵-گولڈنگ روڈ لاہور

شریعت کے آئینہ میں

مسلمان بادشاہ کے کردار کی بے غبار تصویر

ماہی نظامِ اشاعت

سلسلہ نمبر ۹

کتاب :- ترجمان اورنگ زیب عالمگیرؒ
مصنف :- حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
قیمت :- پچھتر پیسے ۷۵/۰
مطبع :- نامی پریس لاہور
ناشر :- کتب خانہ جمیلی، ۵ گولڈنگ روڈ لاہور

پہلی بات

گمان ایک ایسی کسوٹی ہے کہ انسان جس کو چاہتا ہے اس پر پرکھ کر تحت الثریٰ پہنچا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے آسمان بلکہ علاء اعلیٰ سے ملا دیتا ہے۔

ایک ہی شخص کے متعلق ایک زمانہ میں جس طرح حسن ظن قائم کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کسی خلاف توقع کام سے اسی آن بدظنی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ گویا ایک شخص جو حسن ظن سے تاج شاہی کا مستحق قرار پاتا ہے۔ بدظنی سے نشانات ذلت وحقارت کا سور دو مرکز بھی ہو جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ نے ایسی غیر معتدل چیز کو اسی وجہ سے معیار قرار نہیں دیا بلکہ مسلمان کو پابند کر دیا گیا ہے کہ ظن المؤمنین خیرا (مسلمان تو حسن ظن ہی قائم کرتا ہے) یعنی کسی کے متعلق بدظنی قائم نہ کر دکیوں کہ ظن کی وجہ سے آدمی دوسرے سے متنفر ہو جاتا ہے اور قطع تعلقات کے لئے ایک ایسی غیر معتبر وجہ کسی درجہ میں مناسب نہیں۔

قرآن پاک میں ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرتے ہو مگر وہ تمہارے لئے بلائے جان ہو اور یہ

بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز سے نفرت کرتے ہو حالانکہ وہ سراپا راحت ہو تو کسی چیز کے متعلق کوئی خیال قائم کرلینا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ فی الواقع بھی وہ ایسی ہی ہے تاوقتیکہ قواعد شرعیہ سے یہ بات واضح نہ ہو جائے کہ ہم نے جو خیال قائم کیا ہے۔ اس کی کس حد تک تائید ہو رہی ہے۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ مسلمانوں کے ایسے ہی بادشاہوں میں سے ہیں کہ جن کے متعلق ہر شخص اپنے ظن اور گمان کو معیار حق سمجھتا ہے۔ اکبر سے شاہ جہان تک اسلام اور کفر کا جس قدر مقابلہ ہوا ہے۔ یہ بات تاریخ کے اوراق سے چھپ نہیں سکتی۔ اہل باطل نے اپنی ہر ممکن تدبیریں کیں کہ کسی طرح دربار شاہی سے اسلام کا نام تک مٹا دیا جائے۔ مگر اسلام کے علمبرداروں نے اہل باطل کی ہر تدبیر پر ضرب کاری لگائی اور باطل کو غالب آنے سے روکا۔ تاہم شاہ جہان تک دشمنان اسلام کے حربے کچھ نہ کچھ کارگر ہوتے رہے اور اورنگ زیب عالمگیرؒ کو اللہ تعالٰے نے وہ نورِ فراست عطا فرمایا تھا کہ وہ ان تمام مفاسد کا بخوبی جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے تخت نشین ہونے کے بعد باطل کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ اس لئے اہل باطل نے عالمگیرؒ کے متعلق ایک ایسی بدظنی پھیلائی کہ بعض مسلم مورخین کا قلم بھی آپے سے باہر ہو گیا اور انہوں نے عالمگیر کو حکومت کا غاصب قرار دے دیا۔ لیکن میں نے عرض کیا کہ محض بدگمانی پیدا کرنے سے یہ لازم نہیں آتا

کہ حقیقتہً بھی وہ اسی مقام کا مستحق ہے۔ عالمگیرؒ نے اپنے باپ شاہجہان کو گرفتار کیا۔ اپنے بھائی داراشکوہ سے حکومت کو غصب کیا۔ اگر فی الواقع یہ باتیں صحیح ہیں تو یہ تمام جرائم عالمگیرؒ کے لئے کیسے مناسب ہوئے کیا عالمگیرؒ ان باتوں کا شرعاً مستحق تھا کہ اس طرح حکومت پر قبضہ کر لے اس بحث کو بڑے ہی عالمانہ مگر سلیس انداز میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے زیر نظر کتابچہ میں تحریر فرمایا ہے اور ثابت کر دیا کہ مسلمان کو نیک گمان ہی قائم کرنے کا حق ہے نہ بدظنی کا حق ہے اور نہ پیدا کی جا سکتی ہے۔

مشرف علی تھانوی
ناظم کتب خانہ جمیلی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رائحۃ العبیر[1] فی لائحۃ عالمگیر

بعد الحمد و الصلوٰۃ - داعی اس عجالہ کی تحریر کا یہ ہے کہ سلطان عالمگیر اورنگ زیب (مولود ۱۰۲۷ھ مورخ بمادہ منظومہ "گوہر تاج ملوک اورنگ زیب" و متوفی ۱۱۱۸ھ مورخ بمادہ دخل الجنۃ بالتاء معمر بعمر اکانوے سال) کے متعلق (جو حسب روایت مورخین اہل علم میں سے اور حسب نقل اہل طریق حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازین[5] میں سے ہیں) بعض ایسے واقعات مشہور کیے گئے ہیں جو شریعت یا کمال اخلاق کے خلاف ہیں اور باوجود

---

[1] خوشبو کی لپیٹ عالمگیر کے تذکرہ کے کاغذات میں [2] فی المنجد الرائحۃ ورقۃ تدرج فیہا الاعمال الحسابیۃ وغیرہا (مولدہ) ۱۲۷۱ھ منہ [3] محرک [4] جلدی میں لکھا ہوا رسالہ [5] اجازت دیئے ہوئے یعنی تعلیم و تربیت باطنی کے کامل بزرگوں میں سے تھے اور حضرت خواجہ صاحب حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے عالمگیر نامہ میں ہے کہ عالمگیر حدیث، تفسیر، فقہ حنفی میں ماہر تھے عقائد اور جزئیات فقہ کا اجرا مشغلہ تھا طریقت کی کتابیں احیاء العلوم کیمیائے سعادت کا مطالعہ رہتا تھا۔ اور سلطنت سے بچا ہوا وقت اس میں لگتا تھا۔

عدم عدالت[1] رواۃ بہت سے اذہان نے انکو قبول کر لیا ہے چونکہ ایسا بے بنیاد اعتقاد علاوہ جرم شرعی ہونے کے بہت سے مفاسد سیاسیہ کا بھی موجب ہے۔ بنزا ایسے مظلوم کی نصرت نصوص[2] میں بھی ماموربہ ہے اس لئے زبانی مدافعت تو اس احقر کا قدیم سے معمول ہے لیکن اس موضوع پر ایک رسالہ ملقب بہ اورنگ زیب مؤلفہ احمد دین بی اے مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہور ۱۸۹۴ء دیکھ کر بے اختیار جی میں آیا کہ اُس میں سے اہم اعتراضات کے جوابوں کو منتخب کر کے اُن کو اختصار کے ساتھ مرتب کر دیا جاوے تاکہ ایک مسلمان سے خصوص سلطانِ اسلام سے جس کا اکرام شرعاً مرغوب[3] فیہ بھی ہے۔ ناظرین کا سوءِ ظن[4] رفع ہو اور یہ انتخاب پندرہ عبارتوں کا اقتباس ہے اور ہر چند کہ اس کے قبل بھی بعض رسالے اس موضوع پر نظر سے گذرے مگر اس رسالہ کا طرز بعید از تکلف ہونے کی وجہ سے الصق[5] بالقلب معلوم ہوا اس لئے اس کے مطالعہ سے یہ داعیہ پیدا ہوا۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ رواۃ کا ثقہ[6] و عادل ہونا جب قبول روایت کی شرط ہے تو خود اس رسالہ میں بھی یہ شرط مفقود[7] ہے

---

[1] حالات نقل کرنے والوں کے معتبر نہ ہونے کے [2] قرآن و حدیث کا حکم [3] قابل رغبت [4] بدگمانی [5] دل کو لگنے والا [6] قابل و معتبر [7] گم ہے۔ کہ رسالہ میں جن جن سے واقعات لئے گئے وہ کہاں کے معتبر ہیں۔

پھر اس کو کیسے قبول کیا گیا۔ جواب یہ ہے کہ نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ سوءظن کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور حسن ظن کے لئے صرف سوءظن کی دلیل کا نہ ہونا کافی ہے۔ وبہ[1] صرح فی قولہ تعالیٰ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ اور اس قاعدہ منصوصہ[2] قطعیہ کا معارضہ قاعدہ اجتہادیہ تقدیم جرح علی التعدیل سے نہ کیا جاوے۔ اول تو وہ اجتہادی ہے۔ پھر اس میں تفصیل ہے اور اور ان سب سے بڑھ کر اس کا حاصل عدم قبول روایت ہے نہ کہ اس مجروح کے ساتھ سوءظن کا جواز یا وجوب خصوص جب کہ جرح کا منشا کوئی معتد بہ غلطی ہو جیسا کہ رسالہ مذکورہ کے مقدمہ میں اس غلطی کا منشا بھی مذکور ہے۔ یعنی ناقلین کی بے احتیاطی جس کو میں اقتباس اول میں بعینہٖ نقل کرتا ہوں اس کے بعد واقعات کے بعینہٖ اقتباسات ذکر کروں گا۔

---

[1] اس کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بیان فرمایا گیا ہے "کہ کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے اس تہمت کو سنا تھا سب مسلمان مرد و عورت اپنوں کے ساتھ نیک گمان رکھتے اور کہتے یہ تو کھلا جھوٹ ہے کیوں نہیں لاتے تہمت لگانے والے چار گواہ اور جب گواہ نہ لا سکے تو خدا کے نزدیک خود ہی جھوٹے ہیں"۔ [2] اس قرآنی یقینی قاعدہ کا مقابلہ اجتہاد کے قاعدہ سے نہ کیا جائے کہ غیر معتبر ہونے کا بیان معتبر ہونے کے بیان سے مقدم ہوتا ہے۔

وَاللّٰہُ الْھَادِیُ اِلَی الْحَقِّ الْمُسْتَبِیْنِ وَبِہٖ اَسْتَمِدُّ وَاَسْتَعِیْنُ

تنبیہ نبلیہ:۔ جس طرح غیر حجتہ شرعیہ کی بناء پر عالمگیر کے حق میں اُن کے مخالفین کو سوء ظن جائز نہیں اسی طرح ایسی ہی بناء پر کہ بیشتر حصّہ تاریخ کا اسی کی فرد ہے انکے باپ شاہ جہاں پر یا اُن کے بھائیوں پر خصوص دارا شکوہ پر بھی عالمگیر کے حامیوں کو سوء ظن کی شرعاً اجازت نہیں اور جو واقعات ان باپ اور بھائیوں کے اس عجالہ میں نقل کئے جائیں گے مقصود اُن سے ان کی شکایت نہیں بلکہ عالمگیر سے اعتراضات کا رفع کرنا اور اعتراضات کی بناؤں میں جو واقعی شکوک اور احتمالات ہیں ان کا ظاہر کرنا ہے جیسے فن مناظرہ میں سند منع کے ایراد سے مقصود مقدمہ ممنوعہ کے ثبوت کی نفی ہوتی ہے نہ کہ اس کے ضد کا اثبات۔ فَاِیَّاکَ وَالْاَوْھَامَ فَاِنَّ الْمَقَامَ مَزَلَّۃُ الْاَقْدَامِ حَیْثُ عَثَرَ فِیْہِ بَعْضُ الْاَعْلَامِ ۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ ۔ مقام تھانہ بھون

اقتباس اوّل:۔ موجودہ نسلوں نے ہند کے فرمانروایان اسلام

۱؎ استبان ظاہر ۱۲ صراح منہ ۲؎ شاندار ۳؎ دلیل کے کسی جزء پر اعتراض کی وجہ بیان کرنے سے مقصود اس جزء کے ثابت ہونے کو رد کرنا ہوتا ہے نہ کہ اس کے مخالف کو ثابت کرنا ۴؎ تو تم اپنے کو وہموں سے بچا لینا کیونکہ یہ موقع لغزش قدم کا ہے کہ یہاں بڑے بڑے لوگ ٹھوکر کھا گئے ہیں ۔

کی تاریخ عموماً انگریزی لباس میں دیکھی ہے ۔ لیکن چونکہ یہ لباس پہنانے والے اسلامی تاریخ سے پوری واقفیت اور ہمدردی نہ رکھتے تھے انہوں نے بے سوچے اپنی قطع وضع کا لباس کاٹ کر اس پر مڑھ دیا مگر بجائے اس کے کہ وہ اس لباس میں اپنے اصلی دلکش روپ میں نظر آوے ان نئے فیشن دلبیوں کی طرح جنکے بدن پر انگریزی لباس موزوں نہیں ہوتا ایسی بھونڈی اور کریہ المنظر ہو گئی ہے کہ اس کے مشتاق جنہوں نے اسے اسی شکل میں دیکھا ہے اس سے سخت بیزار ہیں ۔

مسلمان فرمانروایان ہند میں خصوصاً اَبُو الْمُظَفَّر مُحِیُّ الدِّیْن اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی کے حالات اور اس کے زمانہ کے واقعات کے لباس نے کم مایہ اور متعصب شخصوں کے ہاتھوں قطع و برید کے ایسے صدمات اٹھائے ہیں کہ باوجودیکہ اس نیک نہاد بادشاہ کی انصاف پسندی رعایا پروری ۔ نیکوکاری ۔ اور پارسائی کے کل مورخین ایشیا ازبس مداح اور وصاف ہیں آج کل وہی سب سے زیادہ انگشت نما ہو رہا ہے ۔

جن لوگوں نے اس بادشاہ کے واقعات کو اصل لباس فارسی میں دیکھا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں جو تاریخیں انگریزی اور اردو میں رائج ہیں ان میں واقعات کو کس طرح پس وپیش کیا ہوا ہے اور صورت واقعات من گھڑت رنگ آمیزیوں سے کس قدر مسخ کر دی گئی ہے ۔

اس کار پردازی کے بانی مبانی خصوصاً سیاحان یورپ ہیں جو وقتاً فوقتاً چند روز کے لئے سیر کے طور پر اس ملک میں آئے اور جنہوں نے اِدھر اُدھر کی سنی سنائی گپوں کو جمع کرکے اپنی شہرت اور لوگوں کی دل لگی کیلئے سفرناموں۔ خطوں اور رسالوں کی صورت میں دور و نزدیک مشہور کر دیا۔ ان لوگوں کو ملک اور سلطنت کے اصلی حالات دریافت کرنے میں بباعث ناواقفیت زبان، اجنبیت شخصی اور عدم وسائل جو ناکامیابیاں ہونی چاہیئے تھیں اور ہوئیں وہ محتاج بیان نہیں۔ اب تو خود اہل یورپ ہی ان سیاحوں کی تحریرات کو گپ بازی سمجھتے ہیں جیساکہ برنیر کی کتاب کے دیباچہ میں اس کے ایڈیٹر نے لکھا ہے۔ یورپین صاحبان کو واقعات ہند معلوم کرنے میں جو دقتیں پیش آتی ہیں اور ان کے سبب جو غلطیاں ان سے ہو جاتی ہیں بعض اوقات ہنسی دلانے والی ہوتی ہیں۔

ایک انگریزی کتاب میں جو ۱۸۱۴ء کے قریب کی لکھی ہوئی ہے اور جس کی بڑی خوبی اس کے مصنف کی رائے میں اس کا معتبر ہونا ہی ہے ہمایوں بادشاہ کی نسبت درج ہے۔

"چونکہ ہمایوں تیمور شاہ (گورنر قندہار) کے بیٹوں میں سے سب سے بڑا تھا۔ انگریزی خیالات کے مطابق اسے تخت نشین ہونا چاہیئے تھا لیکن اس زمانہ میں ہندوستان کے ملک میں بڑے بیٹے کے حقوق امور وراثت میں مُرَجَّح[1] نہ تھے بلکہ عموماً شاہ حکمراں اپنا جانشین مقرر کرتا

---

[1] ترجیح دیئے ہوئے یعنی قابل عمل۔

تھا تیمور شاہ کے سارے بیٹے ایک ہی زوجہ سے نہ تھے - اس کی چاہتی بیوی نے جو بڑی چالاک عورت تھی اپنے بیٹے شاہ زمان کو تخت پر بٹھا دیا اور اس نے ٹیپو سلطان سے سازش کر کے ہند کے مقبوضات انگریزی پر حملہ کیا - ہمایوں نے بھائی کے برخلاف بغاوت کی ہمایوں گرفتار ہوا اور اس کی آنکھیں نکلوا دی گئیں - باقی عمر ہمایوں نے قید میں گذاری اور جب مر گیا تو یہاں دہلی میں "مقبرہ ہمایوں" کے اندر اس کے بیٹے اکبر نے اسے دفن کیا اور یہ مقبرہ اپنے خرچ سے بنا دیا۔

اس کتاب میں روضہ ممتاز محل کی تعمیر کا سال ۱۷۱۹ء دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اسی سال میں شاہ جہان تخت نشین ہوا تھا! شاہ جہان نے ۱۶۶۶ء میں وفات پائی تھی - ان سیاحوں میں سے برنیر بلاشبہ سب سے زیادہ اعتبار کے لائق ہے - مگر اس نے بھی اور تو اور تاریخی واقعات ہی کے بیان کرنے میں بہت صریح غلطیاں کی ہیں جن کی کچھ کیفیت خلیفہ سید محمد حسین صاحب میر منشی ریاست پٹیالہ کے حاشیوں سے جو انہوں نے برنیر کی کتاب کے ترجمہ پر جا بجا چڑھائے ہیں کھلتی ہے -

جو لوگ تاریخ سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں بخوبی جانتے ہیں کہ ترکان روم کو عثمان لو یا عثمان لی صرف اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس سلطنت کا فرمانروا خاندان سلطان عثمان خان کی اولاد سے ہے جو ۶۹۹ھ میں تخت نشین ہوا تھا لیکن ہمارے برنیر صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ

یہ لوگ پیروان عثمانؓ ہیں اور عثمانؓ کو سچا اور اصلی قائم مقام اور خلیفہ اپنے پیغمبر کا سمجھتے ہیں اس واسطے ان کا نام عثمان لو پڑ گیا ہے۔ ایک اور جگہ برنیر لکھتا ہے کہ "دارا کی بیگم نے پہلے ہی یہ سوچ کر کہ ہم پر کیسی آفتیں پڑنے والی ہیں راستہ ہی میں بمقام لاہور اپنی زندگی کا خاتمہ زہر سے کر دیا تھا۔ حالانکہ دارا کی بیگم مقام دادر کے قریب (جو جیکب آباد سندھ کی چھاؤنی سے پرے مقام سی بی کے نزدیک درہ بولان کے راستہ پر واقع ہے) سل کی بیماری سے مری تھی اور اس کی نعش وہاں سے دارا نے لاہور میں تدفین کے لئے بھیجی تھی۔

اس میں کلام نہیں ہوسکتا کہ مغلوں کے عہد میں جو سیاح غیر ممالک سے یہاں آتے تھے اور جنہوں نے ان کے کچھ حالات قلمبند کئے ہیں یہاں کے لوگوں میں ایسے ملے جلے نہ تھے کہ معتبر خبریں انہیں آسانی مل سکتیں ا... کی کتابوں میں بازاری گپیں بکثرت بھری ہیں۔ اور اس لئے اُنکی تصنیفات اس پایہ اور اعتبار کی نہیں ہوسکتیں جو آج کل کے یورپین مورخوں نے انہیں دیا ہے۔ اور اس زمانہ کی تاریخ لکھنے میں ان پر انحصار کرنا تو محض غلطی ہے۔

لیکن جن لوگوں نے ان دنوں میں عالمگیر کی تاریخ لکھی ہے انکا غالب منبع[۱] اقتباس ان ہی سیاحوں کی تحریریں ہیں اور ان پر انہوں نے بہت انحصار کیا ہے۔ علاوہ ازیں ان تاریخ لکھنے والوں میں سے ..... بھی ہمارا خیال

۱: سرچشمہ ۲: منقول عنہ: اصل جگہ سے کٹ گیا

ہے زبان فارسی سے پوری واقفیت رکھنے اور عالمگیر کے زمانہ کی کتب تاریخ پڑھے[1] اور عالمگیر کی تاریخ لکھنے کے لیئے زبان مذکور کا جاننا اور ان کتابوں کا بغور پڑھنا نہایت ضروری ہے - کیونکہ اسی زبان اور انہی کتابوں میں مفصل حالات اُس زمانہ کے مندرج ہیں - اگر ان مورخوں سے کسی کو ایسا دعوے ہو بھی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُن کا دعوے بیجا اور غلط ہے - ان کی تصنیفات اس امر کی خود شاہد ہیں - نمونہ کے طور پر اس جگہ اتنا بیان کر دینا کافی ہوگا کہ ایک صاحب امیر خسرو کی ساتھ فردوسی اور عنصری کو ہند کے فارسی شاعروں میں سے سمجھتے ہیں اور دوسرے معمولی الفاظ و فقرات کا ترجمہ کرتے وقت وہ غلطیاں کرتے ہیں کہ مطلب مصنف تو خبط ہو[illegible] اور ایک نیا شگوفہ پیدا ہو جاتا ہے - کسی شہنشاہ ہند کی تاریخ لکھنے کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اس کا مورخ ہند کے قومی و ملکی حالات سے بخوبی باخبر ہو اور جب تک ان حالات سے پوری واقفیت حاصل نہ ہو اس کی کتاب اپنے ہیرو کے کیرکٹر کا پورا آئینہ نہیں ہو سکتی -

اورنگ زیب کے یورپین مورخین اس امر میں بھی قاصر تھے انہوں نے اورنگ زیب کا کیرکٹر لکھنے کے وقت اپنی قوم و ملت کے عادات و خیالات کو جو اُن کے لئے طبعی ہیں مقیاس[2] ٹھرایا ہے اور اس مقیاس سے اس کا اندازہ کرنے میں وہ سیدھی راہ سے کہیں دور جا

[1] منقول عنہ اس جگہ سے پھٹ گیا ۱۲ منہ [2] ذریعہ قیاس

پڑے ہیں۔ یورپین صاحبان کی علمی لیاقت میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا لیکن ہند کی تاریخ لکھنے میں ان رکاوٹوں کی وجہ سے جو ہم نے اوپر بیان کی ہیں ان سے سخت غلطیاں ہوئی ہیں۔

اگر ان غلطیوں کے نتیجے دور تک نہ پہنچتے تو اس قدر قابل توجہ نہ تھیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سکولوں اور کالجوں کے تاریخی نقوش دلوں پر تازیست قائم رہتے ہیں اور ان سے غلط فہمیاں جو سلطنت کے لئے نہایت مضر ہیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ان وجوہات سے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ تاریخ میں غلط فہمیاں اگر کوئی ہوں اور اورنگ زیب کی نسبت ہمیں یقین ہے کہ ہیں دور کی جائیں اور کل واقعات جو اورنگ زیب کے کیرکٹر کے ظاہر کرنے اور اچھی طرح سمجھنے کے لئے ازبس ضروری ہیں ایک جگہ جمع کر دئے جاویں۔ راجپوت مرہٹے اور دکنی عالمگیر کے خیالی ستم رسیدوں کی فہرست میں پہلے نمبروں پر ہیں۔ اور اصل میں ان ہی پر فہرست ختم ہو جاتی ہے۔ بڑے تاریخی الزامات عالمگیر کے باپ اور بھائیوں سے برتاؤ کے علاوہ اس کے کیرکٹر پر ان ہی تینوں قوموں سے قرضی بدسلوکیاں ہیں اور ان سب کی بنیاد تعصب مذہبی بیان کی جاتی ہے۔ انکے متعلق ہم نے سلسلہ وار واقعات تحریر کر دیئے ہیں جن سے انصاف پسند طبیعتیں خود نتیجے نکال لینگی اور انکو معلوم ہو جائیگا کہ مذہب کو ان معاملات میں کہاں تک دخل تھا

ایسی باتیں جو کسی تاریخ میں نہیں پائی جاتی تھیں [1]..... اور اورنگ زیب کے کیرکٹر

[1] منقول عنہ اس جگہ سے کٹ گیا ۱۲ منہ

پر جو تاریخی دھبے بیان کیے جاتے ہیں صرف ان کی نسبت ہم نے اس کی براءت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وَاللہُ الْمُسْتَعَانُ

اقتباس دوم:- (زیر عنوان بچپن اور شاہزادگی) اورنگ زیب کی خداداد لیاقت۔ جرأت اور بہادری کو دیکھ کر شاہ جہان اس کا گرویدہ ہو گیا۔ شب و روز اس کی مدح سرائی کرتا تھا اور اس کی عادات جو بادشاہ کو بھاتی تھیں انعامات و اکرامات سے اس کی قدر افزائی کی جاتی تھی باپ کی اس درجہ کی مہربانی نے شہزادہ کا حوصلہ دوبالا کر دیا اور اس کی قابلیت دن دونی اور رات چوگنی ہو گئی۔ خاص توجہ شاہی نے اورنگ زیب کی شہرت کو ترقی دی اور لوگوں میں اس کی لیاقت اور بہادری کے چرچے ہونے لگے۔ افسوس یہ بات دوسرے شہزادوں کو پسند نہ آئی اور بجائے اس کے وہ اپنے حقیقی بھائی کی نیک نامی اور کامیابیوں سے خوش ہوتے الٹے رشک و حسد کی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو گئے اورنگ زیب کے حق میں باپ کی خاص عنایات انہیں سخت ناگوار تھیں۔ وہ باپ کی نظروں سے اسے گرا دینے پر مستعد ہو گئے اور گاہ بیگاہ بادشاہ سے اس کی شکایتیں کرنے لگے۔ اور جہاں تک ہو سکتا اس کی مذمت کر کے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش میں مصروف رہتے۔ اسی اثناء میں اورنگ زیب کی پندرھویں سالگرہ[1] کے دن جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے نیا گل یہ کھلا کہ

[1] اس وقت تک یہ رسم اس خاندان میں ہوگی مگر یہ فعل اورنگ زیب کا نہیں وہ ایسے غیر اسلامی رواجات سے کنارہ کش تھے۔

شاہ جہان نے اورنگ زیب کو اشرفیوں میں تلوایا[1]۔ اور اور کئی طرح سے اس کی خاطر و مدارات کی۔ مگر شاہ شجاع کی جو اورنگ زیب کے مقابلہ میں اپنی بہادری دکھانا چاہتا تھا اور گھوڑے[2] سے گرنے کے سبب بذلت ناکامیاب رہا تھا کچھ بھی خاطر اور دلجوئی نہ کی شجاع چھوٹے بھائی کی کامیابی اور اس پر تہنیت کے چرچے اور خاطرداریاں دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوا اور سب سے زیادہ اپنی کس مپرسی اس کو سخت ناگوار گذری۔ اسے یہ بھی شک ہوگیا تھا کہ شاہ جہان اورنگ زیب کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہے اس لیئے وہ اس سے اور بھی کشیدہ خاطر رہنے لگا۔

اقتباس سوم[3]:۔ (زیر عنوان مذکور) دارا جو سب بھائیوں سے بڑا تھا اورنگ زیب کی اعلےٰ قابلیت سے جھینپتا اور اس کی عزت افزائیاں پسند نہیں کرتا تھا۔ شاہ جہان جو اورنگ زیب کی لیاقت کی تعریف کرتا دارا کو بھلی معلوم نہ دیتی تھی۔ باپ کی قدر شناسی نے دارا

---

[1] ہاتھی سے مقابلہ کرنے کے واقعہ میں جو اس عنوان میں مذکور ہے ۱۲ منہ بچہ کو برابر تول کر خیرات کی گئی تھی۔ واقعہ یوں تھا کہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۰۴۲ھ ۱۸ مئی ۱۶۳۳ء کو شاہجہان آگرہ کے قلعہ کے جھروکہ کے سمت ہاتھیوں کی لڑائی دیکھ رہا تھا دارا و شجاع و اورنگ زیب گھوڑوں پر سوار میدان میں تھے ایک ہاتھی بھاگ گیا دوسرے نے تعاقب کیا غصہ میں مجمع پر لوٹا اورنگ زیب بعمر ۱۴ سال تلوار سے اس کا سر پھاڑ دیا غصہ میں اس نے اس کے گھوڑے پر دانت جمائے وہ گر پڑا اورنگ زیب اچک کر کھڑا ہوگیا تلوار چلائی دارا وہاں سے بھاگ گیا شجاع اور سنگھ نے حملہ کیا دوسرے ہاتھی نے بھی لوٹ کر حملہ کر دیا یہ بھاگ کھڑا ہوا اورنگ زیب نے باپ کو جا سلام کیا یہ دارائی . تا . . کی ابتدا ہوئی . . . رقعات عالمگیری ص۵۰ اسی مقابلہ کے واقعہ میں ۱۲ منہ

کے دل میں بھی اورنگ زیب کی طرف سے غبار عداوت لگا دیا جو آخیر دم تک وہاں کھٹکتا رہا۔ وہ اپنے کو ولی عہد سمجھا ہوا تھا اور شجاع کی طرح اُسکو بھی شک ہوگیا تھا کہ شاہ جہاں اورنگ زیب کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہے۔ وہ اورنگ زیب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا اور اس کی تذلیل و تحقیر میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتا تھا۔ بعض دفعہ اپنے ہمرازوں میں حقارۃً کہا کرتا تھا کہ شجاع و مراد کا تو مجھے کچھ خوف نہیں اگر کچھ ڈر ہے تو اس نمازی کا۔

اقتباس چہارم :- زیر عنوان گورنری اور سپہ سالاری، دکن[1] کے حسن نظام اور عمدہ جنگی کارروائیوں کے سبب شاہ جہان اورنگ زیب پر بہت خوش ہوا اور اس کو پانزدہ[۱۵] ہزاری نہ[۹] ہزار سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور اسکے علاوہ دیگر انواع و اقسام کے انعامات سے اس کو مفتخر اور ممتاز کیا۔

دارا شکوہ جو ہر وقت باپ کے پاس رہتا اور بھائی کی کارروائیاں

---

[1] ۱۳ ذی الحجہ ۱۰۴۵ھ سے دکن کے صوبہ جات عالمگیر کے حوالہ ہوئے تھے ۱۰۵۳ھ تک گورنری کی دکن کے مغل علاقوں کو تمام باغیوں ڈاکوؤں سے پاک کرکے بگلانہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر استعفا دیا مگر منظور نہ ہوا صوبہ گجرات کا ناظم مقرر کیا گیا ایک سال بعد بلخ ابرخشاں کی جنگ پر مامور ہوا کامیابی حاصل کی ۱۰۵۸ھ میں ملتان کا صوبہ دار بنا چار سال صرف ملتان کا ڈھائی ملتان و سندھ کا صوبہ دار رہا اسی زمانہ میں خواجہ معصوم صاحب کے مرید ہوا۔

سنتا تھا اس کی کامیابیاں دیکھ نہ سکا۔ وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا کہ اورنگ زیب اپنی خداداد لیاقت۔ نیک شعاری اور شجاعت کے سبب لوگوں کی نظروں میں وقار اور باپ کے دل میں روز افزوں الفت پیدا کررہا ہے۔ اورنگ زیب کا دکن میں کامیابی کے ساتھ حکومت کرنا اس کو خوش نہ آیا۔ اسے دکن سے واپس بلانے کی تجویزیں سوچنے لگا اور آخر خیر خواہی کے پردہ میں اس نے اپنا کام نکال لیا۔ ایک دن موقع پاکر بادشاہ سے کہنے لگا الخ۔ آگے اُس کام نکالنے کی تفصیل ہے

اقتباس پنجم:۔ (زیر عنوان خانہ جنگیاں) ساتویں ذیحجہ ۱۰۶۷ھ مطابق ۱۷ستمبر ۱۶۵۷ء کو شاہ جہان مرض حبس البول میں سخت مبتلا ہوا اور کئی روز تک بے ہوش پڑا رہا اس کی بیماری کے ایام میں انتظام سلطنت شاہزادہ داراشکوہ کے ہاتھ میں جو اس وقت باپ کے پاس تھا آگیا۔ دارا نے عنان سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی ایسی کارروائیاں شروع کیں کہ تمام ملک میں ہل چل مچ گئی۔

سب سے پہلے دارا نے بھائیوں سے باپ کی بیماری کی خبر چھپانے کی کوشش کی اور ان کے وکیلوں سے مچلکے لے لئے کہ دربار کی خبریں تحریر نہ کریں۔ ساتھ ہی اس کے احمد آباد، دکن اور بنگال کے رستے محفوظ کرلئے اور تاجروں اور قاصدوں تک کی آمد و رفت روک دی۔ اس کے بعد امراء و وزراء میں تغیر و تبدل شروع کیا۔ میر جملہ کو جسے شاہ جہان نے وزیر اعظم مقرر کیا ہوا تھا اس خیال

سے کہ اسے اورنگ زیب کے ساتھ تعلق ہے وزارت سے معزول کرکے اس کے بیٹے محمد امین کو جو باپ کی نیابت میں وزارت کا کام کرتا تھا دربار میں آنے سے بند کر دیا۔ اور رائے رایان کو وزیر بنا دیا۔ شاہی خزانہ پر قبضہ کرنے کے لئے جو اس وقت آگرہ میں تھا۔ بادشاہ کو باوجودیکہ اس کی حالت بیماری اطمینان بخش نہ تھی تبدیل آب وہوا کے بہانے دلی سے آگرہ میں آنے کی ترغیب دی اور لے آیا۔ اورنگ زیب کے خزانہ کو جو اس کے پاس تھا ضبط کر لیا اور اُسکے وکیل کو قید کر لیا۔

اس وقت اورنگ زیب دکن میں۔ شجاع بنگالہ میں اور مراد گجرات میں باپ کی طرف سے گورنر تھے جب ان شہزادوں نے باپ کی بیماری کی خبر سنی اور بڑے بھائی کی زیادتیاں دیکھیں تو گھبرا اٹھے۔

اقتباس ششم:۔ (زیر عنوان مذکور) داراشکوہ جو سب شہزادوں میں بڑا تھا اس وقت بیالیس ۴۲ برس کا تھا۔ بعض باتیں اس میں تعریف کے قابل تھیں۔ وہ خوش خلق۔ خوشگو صاحب لیاقت ظریف اور خوبصورت تھا۔ دانا بھی تھا۔ مگر لوگوں کے دل کا حال معلوم کرنا

خصوصًا یہ کہ دارا نے شاہجہان کے دستخط کی مشق کرکے بھائیوں کے نام فرمان جاری کر دیئے

رقعات عالمگیری صفحہ ۳۶۵ پر رقعہ ۵ نمبر ۹/۲ میں مراد نے عالمگیر کو لکھا کہ اس ملحد نے خط اقدس کی نقل اتارنے کا کمال کرکے فرمانوں پر دستخط کر دیئے ایک فرمان میری حکومت میں بھی آیا ہے رقعہ نمبر ۲/۲ صفحہ ۳۶۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ جعلی فرمانوں پر کوشش کی تھی شجاع نے اور مراد نے اورنگ زیب سے واپس لیئے۔

نہیں جانتا تھا۔ وہ چاہتا کہ لوگ خود بخود اپنا راز دل اسے بتایا کریں
اور ایسا ہی وہ خود بھی اپنے دل میں کوئی بات چھپا نہ رکھتا تھا۔ اس
کی طبیعت میں جوش اور جرأت بہت تھی مگر عین وقت پر وہ اس قدر
جوش میں آجاتا تھا کہ اس کو نیک و بد کی تمیز نہ رہتی تھی۔

خود پسندی اور خودرائی بھی اس میں پائی جاتی تھی اور اس کو
یہ گھمنڈ تھا کہ میں اپنی عقل کی رسائی اور خوش تدبیری سے ہر امر کا
بندوبست اور انتظام کر سکتا ہوں۔ اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو
مجھے صلاح و مشورہ دے سکے۔ وہ ان لوگوں سے جو اسے ڈرتے
ڈرتے کوئی صلاح دینے کی جرأت کر بیٹھتے تھے تحقیر اور اہانت سے
پیش آتا تھا۔ ڈرانے اور دھمکانے میں بڑا تیز تھا۔

یہاں تک بڑے بڑے امراء کو برا بھلا کہہ بیٹھتا اور ان کی ہتک
کر ڈالتا تھا۔ لیکن اس کا غصہ اور بدمزاجی ایک آن میں جاتی رہتی
تھی۔ عیاشی کو ناپسند نہ کرتا تھا مگر فی الجملہ نیکوکار اور متقی تھا او ر
اور اپنی فرصت کے وقت کو کتب بینی میں صرف کرتا تھا۔ اس
شہزادہ کے مذہبی خیالات عجیب قسم کے تھے صوفیوں سے بہت
رغبت رکھتا تھا۔ ان کی تصنیفات دیکھتا بلکہ خود بھی تصوف
کی کتابیں لکھتا اور رات دن اسی کام میں مشغول رہتا تھا۔ فقیروں
اور گوسائیوں سے بہت میل جول رکھتا اور ان پر بڑا انعام
واکرام کرتا تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ اصل میں اس کا

کوئی مذہب[1] نہ تھا۔ وہ اپنے مذہبی خیالات کو پولٹیکل حالات کے مطابق بنا لیتا تھا۔ ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیئے وہ ان کے اعتقادات کا معتقد ہو جاتا اور اگر دیکھتا کہ فرنگیوں کی مدد سے جو اس وقت اس کی فوج میں بکثرت داخل ہو گیئے تھے کچھ کام نکلنے کی امید ہے تو وہ عیسائی بن جاتا تھا مگر اس کی پالیسی نے بجائے فائدہ کے اُس کو بہت نقصان پہنچایا اور آخرکار اس کی تباہی کا باعث ہوئی۔

اقتباس ہفتم[7]:۔ (زیر عنوان مذکور) اس عرصہ میں بادشاہ کی علالت اس قدر بڑھ گئی کہ اس کے مرنے کی افواہ اُڑ گئی اور تمام دربار درہم برہم ہو گیا اور آگرہ میں یہاں تک خوف و خطر پھیلا کہ بازاروں میں کئی روز تک ہڑتال رہی اور چار دن شہزادے علانیہ کھُل کھیلے اور صاف کہدیا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ تلوار ہی سے ہو گا اور واقعی ان کو اپنے اس ارادہ سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتح یابی کی حالت میں تو تخت کی امید تھی اور شکست کی صورت میں جان کے جانے کا یقین کلی تھا اور اب صرف دو ہی باتیں تھیں یا موت یا سلطنت۔

اقتباس ہشتم[8] (زیر عنوان مذکور) اورنگ آباد میں پہنچ کر ابھی سوچ

---

[1] رقعات عالمگیری صٓ۲۳ رقعہ مراد بنام عالمگیر ۱۲/۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی تینوں بھائی اسکو دشمن دین ملحد و زندیق اور بھائیوں اور ملک کا بدخواہ مانتے تھے

رہا تھا کہ کیا کرے کہ اتنے میں اس کے پاس شہزادہ مراد کا خط پہنچا۔ اس
میں دارا کے تخت پر قابض ہونے اور بھائیوں سے بدسلوکیاں کرنے
کا ذکر کر کے لکھا تھا کہ شجاع نے تو خلاف قرار داد کارروائی شروع
کر دی ہے اور اب ہم اور تم ملکر اپنے بچاؤ کا بندوبست کریں۔
اورنگ زیب نے اس تجویز کو پسند کیا اور مراد کے ساتھ ہو گیا۔
اب تک اس نے مراد یا شجاع کی طرح کوئی مخالفانہ کارروائی نہیں
کی تھی اور باپ کے جیتے جی مخالفانہ کارروائی کرنا بُرا ہی سمجھتا تھا
البتہ دارا کی طرف سے وہ سخت برگشتہ ہو گیا تھا۔ اس نے خیال کیا
کہ دارالخلافہ کو چلنا نہایت مناسب ہو گا۔ اگر بادشاہ زندہ ہے
تو اس کی عیادت ہو جائے گی اور مراد نے بمقتضائے نادانی جو
کارروائیاں کی ہیں ان کے لئے اس کو بادشاہ سے معافی بھی دلوادی
جائے گی۔ اور ساتھ ہی باپ کو سمجھا کر آئندہ کے لئے دارا کا بندوبست
کر دیا جائے گا۔ اور اگر بادشاہ فی الواقع فوت ہو گیا ہے تو دارا
جیسے ملحد کے ہاتھ سے جو تصوف کے نام سے اسلام کے خلاف
بُرا اثر پھیلا رہا ہے۔ ملک کے نکال لینے کا عمدہ موقع مل جائیگا
غرض اورنگ زیب دارالخلافہ کو چلنے کے لئے تیار ہو گیا
اور مراد کو بھی ساتھ شامل کر لیا۔ اس موقعہ پر ان دو
بھائیوں میں جو عہد نامہ ہوا وہ اورنگ زیب کے مندرجہ
ذیل خط میں درج ہے۔

(اس کے بعد عہد نامہ فیما بین[1] اورنگ زیب و مراد مذکور ہے جس میں تقسیم ملک کے متعلق یہ عبارت بھی ہے۔ و بوفا پرداختہ چنانچہ سابق مقرر شدہ بود صوبۂ لاہور و کابل و کشمیر و ملتان و بھکر ٹھٹھہ و تمام آن ضلع را با ساحل خلیج عمان بآن نامدار والا تبار واگذشتہ دریں باب مضائقہ را مجال نخواہیم داد الخ)

اقتباس نہم:- (زیر عنوان مذکور) بعض مورخین خصوصاً یورپین کہتے ہیں کہ اورنگ زیب نے مراد سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کو ہندوستان کا بادشاہ بنا دوں گا اور خود مکہ کو چلا جاؤں گا مگر یہ بات صریحاً غلط ہے۔ اس عہد نامہ میں جو ہم نے اوپر درج کیا ہے اس امر کا کہیں ذکر نہیں[2] بلکہ تقسیم ملک صاف و صریح الفاظ میں بیان کی ہوئی ہے۔

اقتباس دہم:- (زیر عنوان مذکور بعد ذکر مقابلہ دارا) دریا پار ہو کر اس نے باپ کی خدمت میں۔

---

[1] درمیان[2] اور وفائے عہد کیلئے جیسے کہ پہلے طے ہو چکا ہے لاہور کا صوبہ اور کابل و کشمیر ملتان و بھکر ٹھٹھہ اور اس کے تمام ضلع کو خلیج عمان کے ساحل سمیت آن عزیز صاحب بنام خاندان کے لئے چھوڑ دیا گیا ہم اس معاملہ میں کسی تنگی کو گنجائش نہ دینگے۔ آخر تک

[2] نہ کسی معتبر تاریخ میں ہے یہ عہد نامہ رقعات عالمگیری ص ۲۶۴ سے ص ۲۶۷ پورا درج ہے اس ملحد کو نیست و نابود کرنے کے بعد تقسیم اور مراد کی طرف سے تابعداری کا عہد ہے یہ بات کہیں نہیں جو ان میں لوگوں غلط لکھدی ہے۔

ایک عرضداشت[1] ارسال کی اور ایک خط جعفر خاں وزیر کو لکھا۔

اس عرضداشت اور خط کا مضمون ایک ہی تھا۔ ان میں پہلے توجو تازہ زیادتیاں دارا نے اورنگ زیب کے حق میں کی تھیں مجملاً مذکور تھیں اور بعد میں لکھا تھا کہ اگر دارا کچھ مدت کے لیئے پنجاب کی طرف جو اسکی جاگیر میں ہے چلا جا دے تو معاملہ طول نہ کھینچے گا اور حسب ارشاد اعلیٰ حضرت عملدار آمد ہو گا۔

اقتباس یازدہم:۔ (زیر عنوان مذکور) پیشتر اس کے کہ ان خطوط کا کوئی جواب آوے دارا نے اورنگ زیب کے دریا پار اُتر جانے کی خبر پاکر توپ خانہ پیچھے چھوڑ ... دو منزلہ سہ منزلہ کر اپنی فوج کو عالمگیر کی فوج اور دار الخلافہ کے درمیان حائل کر دیا۔ ۴۔ جون کو خود بھی آپہنچا اور دوسرے دن لڑائی شروع کر دی۔ یہ لڑائی آگرہ سے سولہ میل کے فاصلہ پر مقام سموگڈھ کے قریب ۶۔ رمضان المبارک ۱۰۶۹ھ مطابق ۵۔ جون ۱۶۵۸ء کو ہوئی۔ بڑی خونریزی کے بعد دارا کی فوج نے عالمگیر کی فوج کو پس پاکرنا شروع کیا یہانتک

---

[1] رقعات صہ ۲۱۲ نمبر ۴/۱۲۴ جو عالمگیر نے شاہ جہاں کو لکھا تھا۔ اس میں بھی تھا کہ دارا نے اپنے کو نااہل بادشاہ ہونے کی فرمانروائی قابل سمجھ کر حضور مربی و ذی نعمت کو معزول مطلق بنا رکھا ہے اور صہ ۱۹۱ نمبر ۳/۱۰۲ میں ہے کہ یہی بھائی اور سلطنت کا منتظم بنکر احکام کو بدون حضور میں پیش کیئے خود انجام دیتا ہے اور کوئی حکم حضور کے اختیار میں نہیں رکھا۔ طویل خط ہے۔

کہ اورنگ زیب کے پاس پانچ سو سواروں سے زیادہ نہ رہے اور باقی سب یا تو مارے گئے یا بھاگ گئے۔ عین اس موقع پر جب کہ دارا کو پوری فتح حاصل ہو چکی تھی۔ دارا گولیوں کی زد کے خوف سے ہاتھی سے اُتر کر گھوڑی پر سوار ہو گیا۔ اس کے آدمیوں نے جب خالی ہاتھی کو واپس آتے دیکھا سمجھے کہ دارا مارا گیا ہے یک لخت سب کے سب بھاگ اٹھے۔ دارا نے ہر چند ان کو بلانے کی کوشش کی مگر وہ غلطی کر چکا تھا کسی نے اس کی بات نہ سنی اور میدان اورنگ زیب کے ہاتھ آ گیا۔ اگر دارا چند منٹ اور ہاتھی پر بیٹھا رہتا تو یقیناً فتح اس کی ہوتی۔ مگر اس کے طالع کی نحوست نے اس کو کچھ نہ کرنے دیا۔ اس نے ابتدا ہی سے غلطیاں کرنی شروع کیں۔ باپ کی بات کو نہ مانا۔ بیٹے کا انتظار نہ کیا اور اپنے ہٹ پر قائم رہ کر لڑائی شروع کر دی اور جب استقلال کا وقت آیا فیل بان کی صلاح پر عمل کر کے اپنے آپ کو تباہ اور برباد کیا غرض دارا میدان جنگ سے بھاگ کر شام کے قریب آگرہ میں آیا اور بغیر ملے باپ کے سیدھا اپنے مکان کو چلا گیا۔ شاہ جہان نے بلا بھیجا تاکہ آئندہ کیلئے کچھ تجویز کی جا دے۔ لیکن یہ خام[1] رائے باپ کے پاس نہ گیا۔

---

[1] کچی رایوں والا۔

اور راتوں رات دہلی کو بھاگ گیا۔

اورنگ زیب فتح کے بعد اسی میدان میں جہاں لڑائی ہوئی تھی اُتر پڑا۔ اور پانچ روز تک وہیں رہا۔ وہاں تمام اراکین سلطنت اس سے آملے۔ یہاں تک کہ وزیر اعظم اور دیوان بھی اس کے پاس چلے آئے۔ اورنگ زیب نے ہر ایک کو قدر لیاقت خطابات اور مناسب عطا کیے اور شاہزادہ مراد کو ۲۶ لاکھ روپیہ انعام دیا۔ ۹۔ جون کو میدان جنگ سے روانہ ہوکر دو کوچ میں آگرہ کے قریب پہنچ گیا اور نور منزل نامی باغ میں فروکش ہوا۔ شاہجہان نے اورنگ زیب کی فوج کو قریب آتے دیکھ کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اور فاضل خان نامی امیر کے ہاتھ اورنگ زیب کے اس خط کا جواب جو اس نے دریائے چنبل سے عبور کرتے وقت لکھا تھا ارسال کیا۔ اور خواہش ملاقات ظاہر کی۔ اورنگ زیب نے اس کے جواب میں نہایت پرجوش الفاظ میں آداب فرزندی بجالا کر باپ کی صحت یابی پر بڑی خوشی ظاہر کی۔ اور دارا شکوہ کی بے تدبیریوں کے سبب جو کچھ واقع ہو چکا تھا اس پر نہایت افسوس ظاہر کر کے حاضر ہونے کا وعدہ کیا۔ دوسرے دن اورنگ زیب کی بڑی ہمشیرہ ملکہ جہاں آرا بیگم صاحبہ اورنگ زیب کے پاس آئیں تیسرے دن شاہجہاں نے فاضل خاں کے ہاتھ ایک بیش قیمت تلوار جس پر "عالمگیر" کندہ تھا اور جو

امیر تیمور کے وقت سے اس خاندان کے قبضہ میں چلی آتی تھی اورنگ زیب کے پاس بھیجی اور بڑے اشتیاق کے ساتھ ملاقات کے لئے بلا بھیجا۔ پر ادھر تو وہ اورنگ زیب کو اپنے پاس بلانے کی کوشش کر رہا تھا اور ادھر دارا شکوہ سے ملکر اورنگ زیب کی تخریب کی تجویزیں دوڑا رہا تھا۔ دارا کے دلی کو چلے جانے کے بعد سب سے پہلا کام شاہجہان نے یہ کیا کہ آگرہ کا تمام خزانہ خچروں پر لدوا کر دارا کے پاس دلی میں بھیجدیا۔ اور پھر مہابت خاں کو کابل میں شاہ شجاع کو بنگالہ میں اور سلیمان شکوہ راجہ جے سنگھ اور راجہ جسونت سنگھ اور دیگر بڑے بڑے امراء کو خطوط لکھ کر دارا[1] کی مدد کے لئے برانگیختہ

[1] اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ دارا تصوف کے نام سے بیدینی پھیلا رہا تھا ہندو عیسائی بنتے بھی دیر نہ لگتی تھی شاہجہان نے ان باتوں سے واقف ہو کر یا ناواقفیت ہی میں سہی جب دارا کی حمایت تو اس نے بیدینی اور سلطنت اسلام کی تباہی کی حمایت کی اور بیماری دارا کی خوشامدوں کے نتیجہ میں ڈھائی لاکھ پھر ربیع الاول ۱۰۶۷ھ کو ایک کروڑ نقد اور ۲۴ ہزار کے جواہرات دیئے ساٹھ ہزاری منصب کر دیا اور امراء کو بلا کر وصیت کر دی کہ اس کے بعد دارا تخت کا مالک ہو گا (مقدمہ رقعات صفحہ ۴۰) اسلئے اورنگ زیب کیلئے ضروری تھا کہ وہ خدا کے دین اور ملک کے مقابلہ میں باپ کی پرواہ نہ کرے خود قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ اگر ماں باپ کوشش کریں کہ تم خدا کے ساتھ شرک کرو تو ان کی فرمانبرداری نہ کرو، اسلئے کفر و گناہ کے وقت والدین کی فرمانبرداری جائز نہیں رہتی۔

کرنا شروع کیا اورنگ زیب جس کے جاسوس چپہ چپہ پر موجود تھے
ان واقعات سے کب تک بے خبر رہ سکتا تھا - اس کو ان سب باتوں
کا فوراً پتہ لگ گیا اور سب سے بڑھ کر شاہ جہاں کا ایک اپنا دستخطی
خط جو دارا کی طرف جا رہا تھا اس کے ہاتھ آ گیا - اس خط میں شاہجہاں
دارا کو اطلاع دینا چاہتا تھا کہ میں نے اورنگ زیب کو قلعہ میں
آنے کے لیئے راضی کر لیا ہے تم تیار رہنا جس وقت اس کے قید
ہونے کی خبر پہنچے فوراً آگرہ کو چلے آنا - اسی قسم کی خبریں محل سرا
سے بھی اورنگ زیب کے پاس پہنچیں - محلوں میں ملکہ روشن آرا بیگم
اورنگ زیب کی ہمشیرہ اس کی طرف دار تھی اور وہ ہمیشہ اورنگ
زیب کو ہر ایک امر کی اطلاع دیتی رہتی تھی - اس کے پیاموں سے
بھی معلوم ہوا کہ شاہ جہاں اورنگ زیب کو قید کر کے دارا کے
حوالہ کرنا چاہتا ہے اورنگ زیب کی تسلی کے لیئے تمام سپاہیوں
کو قلعہ میں سے نکال دیا جاویگا - مگر چند تاتاری عورتوں کو جو مردوں
سے بھی زیادہ زور آور اور خونخوار ہیں محل کے قریب پوشیدہ
رکھا جائے گا تاکہ اورنگ زیب کو قلعہ میں داخل ہوتے ہی
پابزنجیر کر لیں -

جب فاضل خاں دوبارہ شاہ جہاں کا پیغام لے کر آیا اور
اس نے اورنگ زیب کو قلعہ میں چلنے کے لیئے کہا تو اورنگ زیب
نے باپ کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور تمام حالات جو

اس وقت تک اسکو معلوم ہوئے تھے فاضل خاں کے رو برو ظاہر کر دیے۔ فاضل خاں نے اورنگ زیب کو اطمینان دلانے کی کوشش کی مگر اورنگ زیب نے اس کی باتوں پر اعتبار نہ کیا۔ جب شاہ جہاں کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے ایک خط اورنگ زیب کے نام لکھ کر فاضل خاں اور خلیل اللہ خاں کے ہاتھ روانہ کیا۔ مگر خلیل اللہ خاں نے خلوت میں جاکر کچا چٹھا اورنگ زیب کو سنا دیا اور جو جو تجویزیں اور کارروائیاں اورنگ زیب کے برخلاف کی گئی تھیں وہ سب اس کو بتا دیں اورنگ زیب نے خلیل اللہ خاں کو نظر بند کر لیا اور فاضل خاں کی معرفت باپ کو کہلا بھیجا کہ مجھے آنحضرت کی طرف سے اطمینان نہیں ہے اور بعض ایسی باتیں سننے میں آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت مجھ کو قید کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا میں فی الحال حاضر ہونے سے قاصر ہوں اس پر شاہ جہان نے ایک اور خط اورنگ زیب کو تحریر کیا جس میں لکھا تھا کہ ہم تو دنیا کو ترک کر چکے ہیں اور گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر خدا کو یاد کر رہے ہیں۔ اب جس کا جی چاہے سلطنت سنبھال لے خواہ تم خواہ کوئی اور۔

اورنگ زیب ایک ہفتہ تک برابر سوچتا رہا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ ابھی تک اس کا ارادہ یہ تھا کہ دارا کا فساد رفع کر کے باپ کو جسے دارا نے فی الحقیقت معزول کر دیا ہوا تھا تخت پر

بٹھادے اور خود اس کی خدمت میں رہے مگر اب اس نے یہ سوچا کہ اگر عنان سلطنت شاہ جہاں کے ہاتھ میں دی جاوے گی تو دارا ضرور آجائے گا اور خانہ جنگیاں پھر شروع ہو جائے گی اور تمام ملک برباد ہو جاوئیگا پس اس نے نظر بحالات مناسب جانا کہ باپ جیسا خود کہتا ہے گوشۂ تنہائی کر ہی چکا ہے اور بیماری کے سبب حکومت کے قابل بھی نہیں رہا۔ بہتر یہی ہے کہ عنان سلطنت اپنے ہی ہاتھ میں لے لیا جاوے اور دارا کی ناہنجاریوں کے سبب جو نقصان اس اسلامی سلطنت کو عنقریب پہنچنے والا تھا اس کا انتظام کیا جائے تاکہ باپ دادا کی سلطنت بنی رہے مگر اس نے دیکھا کہ جب تک قلعہ پر قبضہ نہ ہو جائے گا تب تک کوئی کارروائی نہ ہو سکے گی اور فساد رفع نہ ہوگا۔ لہٰذا اس نے اپنے بڑے بیٹے سلطان کو قلعہ میں بھیج دیا۔ اس نے قلعہ میں داخل ہوتے ہی جا بجا اپنے سپاہی بٹھا دیئے۔ شاہ جہاں یہ حال دیکھ کر بہت گھبرایا۔ اس نے سلطان کو بلا بھیجا۔ اور جب وہ آیا تو اسے کہا کہ اگر تم ایک دفعہ مجھ کو قلعہ کے باہر لے چلو تو تم کو تمام ہندوستان کا بادشاہ بنادوں گا مگر محمد سلطان اورنگ زیب کو خوب جانتا تھا ڈر گیا اور دا دا کے دم میں نہ آیا۔ شاہ جہاں نے تیسرے دن قلعہ کی کنجیاں محمد سلطان کے حوالہ کر دیں اور کاروبار سلطنت سے علیحدہ ہو گیا۔ شاہ جہاں کچھ دن تک تو

اورنگ زیب سے ناراض رہا مگر رفتہ رفتہ اورنگ زیب نے اسے خوش
کرلیا۔ تاج شاہی اور تمام جواہرات جو اس کے قبضہ میں تھے اس
نے اورنگ زیب کو دے دیئے اور داراشکوہ کی لڑکی کو اورنگ زیب
کے چھوٹے بیٹے محمد اکبر کے ساتھ بیاہ دیا۔ اورنگ زیب بھی باپ
کی جب تک وہ زندہ رہا نہایت عزت و تکریم کرتا۔ جس چیز کی
اسے ضرورت ہوتی فوراً مہیا کر دیتا۔ اس کے تمام عزیزوں رشتہ داروں
اور دوستوں کو اس کے پاس آنے کی اجازت تھی۔ اور کوئی کام
جس میں اس کا تعلق ہوتا اس کی صلاح کے بغیر نہ کیا جاتا بلکہ ہر ایک
امر میں اورنگ زیب تیمناً اس سے مشورہ کر لیتا۔ آخر سات برس
گوشہ تنہائی میں کاٹ کر ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ کو شاہ جہان اس عالم
فانی سے عالم جاودانی کو انتقال کر گیا۔

اقتباس دوازدہم:- (زیر عنوان مذکور ہے) اورنگ زیب
کو قلعہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا (بحذف قدرے عبارت) اورنگ
زیب دارا کے تعاقب میں دلی پہنچا اور پھر اس سے لاہور کو روانہ
ہوا۔ یہاں دارا نے آدمی اور روپیہ جمع کرنے کے لئے بہت ہاتھ
پاؤں مارے تھے لیکن اورنگزیب کی خوش طالعی نے اس کی کچھ پیش
نہ جانے دی۔ دارا ملتان کو بھاگ گیا لیکن اورنگ زیب نے مستعداً
تعاقب سے وہاں بھی پاؤں نہ جمنے دیئے۔ اورنگ زیب جس چستی
اور چالاکی سے اس جنگ میں کام کرتا تھا اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے

سکتی۔ یعنی گرچہ موسم نہایت گرم تھا لیکن اس کی فوج رات دن برابر کوچ کرتی تھی اور وہ خود سپاہ کی ہمت اور جرأت بڑھانے کے لئے صرف چند آدمیوں کے ساتھ اکثر چار پانچ کوس فوج سے آگے رہتا اور ایک ادنیٰ سپاہی کے مانند برے بھلے پانی اور روکھی سوکھی روٹی پر قناعت کر کے رات کو پلنگ اور امیرانہ فرش فروش کے بغیر صرف زمین پر بستر جما کر لیٹ رہتا تھا۔ ملتان سے اورنگ زیب شجاع کے مقابلہ کے لئے ہندوستان کو واپس آیا۔ دارا بھکر۔ سندھ۔ گجرات میں پھرتا ہوا احمد آباد کو بھاگا۔ اور وہاں سے کچھ اور کچھ سے بھکر کو نکل گیا۔ کسی شہر میں اسے بہتری کی صورت نظر نہ آئی۔ دوستوں نے ایران چلنے کا مشورہ دیا لیکن اس خود رائے نے بھی خواہوں کی ایک نہ سنی۔ اچھے اچھے خیر خواہ الگ ہوتے گئے۔

اور دارا ملک جیون زمیندار دھاندر کے علاقہ میں پہنچا (بحذف قدرے عبارت تا) ملک جیون نے موقع پا کر دارا کو قید کر لیا اور راجہ جے سنگھ و بہادر خاں کو جو اجمیر سے تعاقب دارا کے لئے مقرر ہوئے تھے اطلاع دی۔ وسط ماہ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ میں بہادر خاں دارا شکوہ اور سپہر شکوہ کو حضور میں لے آیا۔ آخر ذی الحجہ میں حسب قرارداد مجلس شوریٰ و فتویٰ شرعی دارا مروا دیا گیا اس کی لاش مقبرہ ہمایوں میں دفن کی گئی۔

اقتباس سیزدہم:۔ (زیر عنوان انتظام سلطنت بعد سرخی کرکر

مقام اول بفاصلہ) اگرچہ اورنگ زیب خود بدرجۂ اتقاء مذہب کا پابند تھا اور مسلمانوں میں ترویج احکام شرعیہ کا خواہاں تھا غیر مذہب والوں کو اس نے عہد سلطنت میں مذہبی خیالات و افعال کی رو سے پوری آزادی حاصل تھی۔ عیسائی جو ان دنوں ہندوستان کے بعض اضلاع میں بکثرت چنانچہ بنگال میں ہی پچیس[۲۵] ہزار سے زیادہ آباد تھے اپنے مذہبی رسوم بے روک ٹوک ادا کرتے تھے۔ بلکہ ان کے اپنے ملک میں بھی جہاں حکومت ان کی اپنی قوم کی اور عیسائی مذہب کی تھی اختلاف اعتقاد کی وجہ سے ایک فرقہ دوسرے فرقہ سے اس قدر امن و امان میں نہ تھا جیسے اورنگ زیب کے ماتحت عیسائی مسلمانوں سے تھے۔ حتی کہ یہاں تک کہ دار الخلافہ میں بھی عیسائیوں کے معبد بنے ہوئے تھے۔ جہاں وہ بے خطر عبادت میں مشغول ہوتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے تھے۔ عالمگیر کی انصاف پسند طبیعت نے ان پر اتنا جبر بھی گوارا نہ کیا کہ شراب خانہ خراب کے بیع و شرا اور استعمال سے

ملہ عبادت گاہیں گرجا وغیرہ اور ہندوؤں کا موجود ہونا غیر مسلم رعایا کی ان کی مذہبی آزادی کی دلیل ہے بلکہ ہولی کی رسم کو باقی رکھنا جو حضرت ابراہیم نبی اسلام کو آگ میں ڈالنے کی یادگار ہے اور مسلمانوں کے لیے دل آزاری تھی رعایا پسندی کی دلیل ہے۔

عیسائیوں کو روک رکھتا[1] ۔ مسلمانوں کو تو شراب سے ممانعت کلی کی ۔ لیکن عیسائیوں کو اپنے ہم مذہبوں کے پاس شراب بیچنے اور گھروں میں پینے کی اجازت دے دی ہنود بھی بے کھٹکا تھے ۔ ان کے مذہبی معاملات کا تو گویا ذکر ہے ۔ ان کے توہمات[2] و وساوس تک میں بھی کچھ دخل نہیں دیا جاتا تھا۔

اقتباس چہاردہم:۔ ذیر عنوان مذکور بعد سرخی کیر کرہ مقام دم منصلاً تاریخ ہند میں اورنگ زیب کے ورق حکومت کی پہلی سطریں سرسری نظر سے دیکھنے والے کو خون کے حرفوں میں لکھی ہوئی دکھائی دیں گی لیکن بے تعصبی کی آنکھیں ایک لمحہ بھر کی توجہ سے معلوم کرینگی کہ عالمگیر تخت و تاج کے حاصل کرنے میں جو وسائل و تدابیر عمل میں لایا وہ کسی

---

[1] حالانکہ دوسری غیر اسلامی حکومتیں اپنے مذہب کے خلاف چیزوں کو خواہ وہ رعایا کے مذہب میں خلاف نہ ہوں بند کر دیتے ہیں جیسے کہ آج ہندوستان میں گائے بیل کی قربانی بند ہے اس پر بھی ہندوستان کا پردیگنڈا کرنا خیال کیجئے کس قدر غلط ہے۔

[2] اگر ان کی مذہبی تو مذہبی خام خیالیوں کی بھی آزادی نہ ہوتی تو پورے ملک سے ان باتوں کا وجود بالکل مٹ چکا ہوتا ۔ افسوس کہ ہندو قوم کو تو اس کا بہت شکرگذار ہونا چاہیئے تھا کہ اس نے ان کے بے اصل اور فرسودہ خیالات کو جنکو مذہبی عنوان دے رکھا تھا باقی رہنے دیا۔

طرح قابل اعتراض نہیں ۔ بلکہ ہم یہاں تک بھی کہنے کو آمادہ ہیں کہ دنیا بھر کے شہنشاہوں میں سے جنہیں اس جیسے حالات پیش آچکے تھے یا اس کے بعد اب تک آئے ہیں ۔ عالمگیر نے سب سے زیادہ نرمی اور بردباری سے کام لیا ۔

روزمرہ کا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ قلیل التعداد رقموں ہلکی باتوں اور ہیچ میرزا میدوں پر نسل آدم ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہو جاتی ہے اور بھائی بھائی کا جانی دشمن بن جاتا ہے ۔ قابل غور امر ہے کہ بازی نو ہو سلطنت ہند ۔ اور حضرت انسان اپنی قسمت کا پلہ بھاری دیکھ رہے ہوں اور چپکے بیٹھے رہیں ۔ اورنگ زیب خوب جانتا تھا کہ اس کے حریفوں میں سے ایک بھی اس کے مد مقابل نہیں ۔ اسکے لئے قدرتی امر تھا کہ جب باقی سب نبرد آزمائی کے لئے میدان میں نکل آئے تھے وہ بھی اپنی قسمت آزمائی کرتا خصوصاً جب اسے تجربہ مدید سے پورا یقین ہو چکا تھا کہ دارا کا برسر کار ہونا اس کے لئے یقینی پیام دیرانی و موت ہے ۔

ہم نے پہلی فصلوں میں دونوں شاہزادوں کے باہمی تعلقات کو بخوبی واضح کر دیا ہے ۔ دارا بموجب قول شاہجہان "باید با نیکاں و بد بہ بدکاں" تھا ۔ اور اورنگ زیب کی اعلیٰ قابلیت نے دارا کے دل میں خار عداوت بو دیا تھا ۔ اور وہ ہر وقت عالمگیر کی بربادی کے درپے تھا ۔

لہ بروں کے ساتھ اچھا اور اچھوں کے ساتھ برا ۔

شاہ جہاں کے بیمار ہونے پر جو تدابیر اس نے کیں ان کا بھی مفصل ذکر
ہم کر چکے ہیں۔ عالمگیر نظر بحالات مجبور تھا۔ کہ فوراً سپہ کشی کرے۔ کیونکہ
تاخیر کی صورت میں اس کی سلامتی جان بھی مشکل تھی پھر بھی اس نے
آگرہ کے قریب جاکر باپ اور وزیروں کو لکھا کہ دارا اپنے صوبہ لاہور
کو چلا جاوے۔ تو فساد کا خاتمہ ہے۔ دارا کو شکست دے کر بھی اس کے
پیچھے کوئی فوج نہ بھیجی۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ دہلی میں پہنچ کر شورش کرتا
ہے۔ پھر اس کا تعاقب کیا اور اس میں بھی عالمگیر کا منشاء سوائے اس
بات کے اور کچھ نہ تھا کہ دارا کو ہند سے باہر نکال[1] دیا جاوے تاکہ
ملک میں امن وامان قائم رہے۔ چنانچہ جب دارا نے بھکر کا راستہ
لیا تو شاہی فوجیں جو اس کے تعاقب پر مقرر تھیں اس کے ارادہ
ایران کے خیال سے واپس بلالی گئیں۔ لیکن دارا ایران نہ گیا۔ سندھ
گجرات سے ہوتا ہوا وسط ہند کی طرف پھر آیا۔ اور اجمیر کے پاس شکست
کھائی۔ آخر کار جب دارا گرفتار ہوا تو اورنگ زیب نے اہل دربار سے
مشورہ کیا کہ فتنہ [illegible] دارا کو شہر دہلی میں تشہیر[2] کرنا چاہئے
یا نہیں کثرت رائے نے دارا کے برخلاف فیصلہ دیا۔ اور قرار پایا کہ
ضرور تشہیر کرنا چاہئے[3] تاکہ کل خلائق آن رمیدہ بخت را بار شانہ

---

[1] ایسے دشمن بھائی کو کون ہے جو زندہ چھوڑنے پر آمادہ ہو یہ تو عالمگیر اورنگ زیب کا ہی تھا۔

[3] تاکہ تمام مخلوق اس بدنصیب کو بغیر کسی قسم کے شک شبہ کے اپنی آنکھوں سے دیکھ
لے اور اسکے بعد خار کھانے والے بیہودہ بکواس کرنے والے فتنہ بردار واقعات کی خواہش
کرنے والے لوگوں کے لئے بیفائدہ باتوں اور باطل خیالوں کی کوئی جگہ باقی نہ رہ سکے
اور پوری سلطنت کے کناروں اور سرحدوں میں بھی اوباش لوگوں کے واسطے فساد کا کوئی بہانہ
[illegible]

شک دریب برای العین مشاہدہ نمایند ومن بعد ثواثہ شمایان بیہودہ گو ووقعہ طلبان فتنہ جو را جائے سخنان لاطائل و مجال تصورات، باطل نماند و در حدود و اطراف مملکت ادبنشان را بہانہ، فساد و دستاویز شورش بہم نرسد،" یہ احتیاط لازم تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شجاع کی موت کے حالات ٹھیک ٹھیک معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کئی ... عیار، سلطنت پیدا ہو گئے تھے اور مایۂ[1] شور و فساد ہوئے۔ اورنگ زیب اور اس کے مشیروں کی پیش بینی نے اس تجویز تشہیر سے[2] واقعہ طلب لوگوں کی فساد انگیزیوں کا ایک سلسلہ بالکل توڑ دیا۔ دارا کو بموجب حکم شاہی ہاتھی پر بٹھا کر دلی میں داخل کیا گیا۔ اور قلعہ کے پاس ہوتے ہوئے پرانے شہر میں لے گئے اور باغ خضر آباد میں قید کر دیا گیا۔ دارا کو قتل کرنے کا عالمگیر کا مطلق ارادہ نہ تھا لیکن چونکہ اس کی تشہیر کے وقت بعض فتنہ پردازوں نے دارالخلافہ میں فساد مچایا تھا اور اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ دارا اگر زندہ رہا تو شاید زیادہ فساد پھیلے۔ بادشاہ نے پھر ایک مجلس منعقد کی۔ اور اس امر میں مشورہ ہوا کہ پہلی تجویز کے موافق دارا کو گوالیار بھیج دینا ہوگا یا فوراً قتل کر ڈالنا بہتر ہے۔ بڑی بحث کے بعد کثرت رائے اسی پر آن کر ٹھیری کہ مقتضائے مصلحت وقت یہی ہے کہ دارا قتل کیا جاوے اور سپہر شکوہ کو گوالیار میں بھیج دیا جائے دارا سر داد یا گیا[3] نیز بعد فتوی شرعی کا ذکر فی آخر اقتباس دوازدہم،

---

[1] پونجی یعنی سبب [2] واقعات کی تلاش [3] شرعی فتوی کے بھی بعد جیسے کہ اقتباس نمبر ۱۲ میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

باوجود ان تعلقات کے جو عالمگیر کو دارا سے تھے دارا کی اولاد سے کسی قسم کی بدسلوکی نہ کی گئی۔

البتہ اس کے بیٹے تو نہ گوالیار میں بند رہے۔ اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ کچھ مدت تک مصلحت ملکی کا تقاضا تھا کہ انہیں بند رکھا گیا لیکن ان کو کسی طرح ضرر نہ پہنچایا گیا بلکہ بادشاہ عفو کیش نے اپنی لڑکیوں کا عقد ان سے کر دیا۔ اگر اورنگ زیب ایسا بے رحم ہوتا جیسا اس کے دشمن بیان کرتے، یا ایسا ہی ہوتا جیسے اس رتبہ کے انسان عموماً ہوتے ہیں تو بھتیجوں کے مروا ڈالنے میں اسے کیا رکاوٹ ہو سکتی تھی دارا کے ساتھ عالمگیر کے خاص تعلقات تھے مراد پر عالمگیر اول اول بہت سی عنایات کرتا رہا لیکن جب اس نے دیکھا کہ مراد کی خام طبعی مراد کو سرکشی کی راہ دکھا رہی ہے اور نقض عہد پر اس نے کمر باندھلی ہے مراد کو قید کر لیا۔ مراد کی بدشعاری نے اسے پا بجولاں کیا کچھ دن تک

لہ جب ... دشمن کی اولاد سے خطرہ محسوس کیا کرتا ہے یہاں اسکے بالکل برخلاف لڑکیاں بیاہ دی گئیں حوصلہ تو دیکھئے کہ یہ بھی خیال نہیں کیا گیا کہ باپ کی دشمنی کا نتیجہ ہماری لڑکیوں کی تلخ زندگی کی صورت میں نہ پیدا کیا جائے ۔ کہ

رقعات صفحہ ۸ ... شاہ جہان نے دارا کے بعد مراد کو لکھ بھیجا تھا کہ کل ہندوستان کی بادشاہی ہم نے ... خاطر آن فرزند کے حوالہ کی یہ راز کسی پر ظاہر نہ کریں اور کچھ بعد بھائی بھتیجوں کو دعوت کے بہانہ اپنے گھر بلا کر ختم کر دیں پھر پورے ملک میں اپنے نام کا خطبہ جاری کریں ۔

مراد دلی میں ہی رکھا گیا لیکن شجاع کی بغاوت کے بعد وہ بھی گوالیار بھیج دیا گیا وہاں اس نے اپنے ہوا خواہوں کی مدد سے قلعہ سے بھاگ جانے کی کوشش کی۔ اس پر بادشاہ کو خیال ہو گیا اور ہونا چاہیئے بھی تھا[1] کہ مراد کا زندہ رہنا بھی خالی از خطر نہیں۔ اس واسطے اسے بھی قتل کر دادیا گیا۔

شجاع تو خیر ہند سے باہر نکال دیا گیا تھا اور یقینا پتہ نہیں کہ وہ کہاں[2] مرا

[1] بغاوت کی وجہ سے قتل کر دینے کا حق تھا مگر بات اور پیش آئی کہ جب عالمگیر نے نظام شریعت کے موافق جاری کر دیا تو علی نقی کے لڑکے نے اپنے باپ کا قصاص طلب کیا جسکو مراد نے قتل کیا تھا ۲۱ ربیع الثانی ۱۰۷۲ھ کو قصاص میں قتل کیا گیا۔

[2] ۲۰ سال بنگال کا صوبہ دار رہا صوبہ بہار یا پٹنہ کا خواہاں تھا کہ بچوں کو اچھی آب و ہوا میں رکھے مگر دارا کے صوبوں کے قریب سے دو نہ رہ سکے شاہجہاں کی موت کی غلط خبر پر خود مختاری کا جلوس کر کے خطبہ و سکہ اپنا جاری کیا دارا نے سلیمان شکوہ اور رجے سنگھ کو مقابلہ پر بھیج دیا یہ بھاگ کر سری نگر میں پناہ گزیں ہوا پھر عالمگیر نے سفارش کر کے شاہجہاں سے اس کو صوبہ بہار دلوا دیا مگر الہ آباد سے ۱۰۶۹ھ کر کے محمد سلطان پسر عالمگیر پر قلعہ آگرہ پر حملہ کیلئے پہنچا عالمگیر کے لشکر میں سے جسونت سنگھ چودہ ہزار فوج کے ساتھ شجاع سے جا ملا عالمگیر نے فوج کشی کی، بھاگ کر پٹنہ پہنچا محمد سلطان نے تعاقب کیا تو ملک ڈسکان چلا گیا وہاں کے راجہ نے احترام کیا مگر فوج بنا کر تخت پر قبضہ چاہا تو وہاں شہید کر دیا گیا مگر اسکے خاندان کا آج تک کوئی پتہ نہ لگ سکا رقعہ ۵/۳۱۹ و تاریخ شجاع ورقعہ ۱/۱۰۷ و ۴۳/۱۹۵ ولقدر رقعہ شام

شاہ جہاں کو اپنی چالاکیوں نے ہی بیٹے کے پھندے میں پھنسا دیا۔ عالمگیر کا مدعا آگرہ پر فوج کشی کرنے سے صرف دارا سے عنان حکومت چھین لینے کا تھا اور بس ۔ دارا کی شکست کے بعد شاہ جہاں نامناسب چالیں چلا۔ اس نے عالمگیر کو تو شمشیر "عالمگیر" نام بھیج کر بے خبری میں ڈالنے کی کوشش کی اور خود ادھر مہابت خاں گورنر کابل کو مدد دارا کیلئے خطوط لکھے اور شجاع اور دیگر امراء کو عالمگیر کے برخلاف اُکسایا۔ اور ان سب پر طرہ یہ کہ محبت آمیز الفاظ میں خواہش ملاقات عالمگیر ظاہر کر کے عالمگیر کو پابجولاں کرنا چاہا۔ عالمگیر کو خبر ہو گئی۔

شاہ جہاں ناکامیاب رہا اور قید[1] ہو گیا۔ اس قید کی حالت میں ہی شاہ جہاں مر گیا۔ لیکن عالمگیر اس کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کرتا رہا اور مہمات سلطنت میں باپ سے مشورہ لیتا اور اس پر عمل کرتا تھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دارا۔ شجاع ۔ اور مراد۔ اور خود شاہجہاں بھی عالمگیر کے مخالف ہو گئے اور اس میں بھی کلام نہیں ہو سکتا کہ لاکھوں سپاہی اور سینکڑوں امیر اس مخالفت میں ان نامردوں کے ساتھ شامل ہو گئے

---

[1] تمام ملک کو بیدینی اور تباہی کے گھاٹ اتارنے میں جس باپ کی ساری کوششیں ثابت ہو چکی سو اسکو قتل نہ کرنا صرف قید کر دینا اور راحت و آرام پہنچانا دلجوئی رکھنا کس قدر نازک مقام ہے کہ ملک کی خدائی امانت بھی ضائع نہ ہو اور باپ کا احترام بھی ہاتھ سے نہ جائے یہ بڑے باریک بین متقی عالم کا ہی کام ہو سکتا ہے عالمگیر نے لکھ دیا تھا کہ احتیاط کیلئے یہ ہے فتنہ فرد سمجھا نے پر نہ رہے گا دطویل خط ہے ۱۲ رقعات صـ ۱۲۱)

اور کوئی ہوتا تو بصورت کامیابی ایک ایک کو چن چن کر مرواتا۔ لیکن اورنگ زیب نے ان میں سے ایک شخص تک کو بھی اپنی مخالفت کی وجہ سے سزا نہ دی۔ بلکہ کل امیر جو اس کے مقابلہ میں لڑ چکے تھے اور بعد میں آکر معذرت طلب ہوئے۔ امان جان و مال پاکر انہی اعزاز و مناصب پر ممتاز ہوئے اور تا حیات خود رہے جن کی انھیں شاہ جہاں یا اس کے کسی جانشین کے عہد میں توقع ہوسکتی تھی۔ یہاں تک کہ مہاراجہ جسونت سنگھ جیسے احسان فراموش کے ساتھ بھی اس نے وہ سلوک کیے کہ اور کسی سے ہونے مشکل ہیں ؎

ان باتوں پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب معاملہ فہم اور نرم مزاج تھا۔ کسی سے سختی کرنا اس کی طبیعت میں نہ تھا اگر کبھی کسی سے اس نے سختی کی بھی ہے تو بحالت مجبوری۔ اور کوئی ہوتا تو ویسا ہی بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر کرتا۔

عالمگیر کے بدنام کرنے والوں نے اس پر ایک اور عجب اتہام لگایا ہوا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ عالمگیر نے اپنی مملکت میں اپنے زمانہ کی تاریخ لکھنے کی کلی ممانعت کر دی۔ اور اس بیان سے ان کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے

---

[1] دارا کی حمایت میں جنگ کی ذم ہوا تو معاف کر دیا گیا۔ شجاع کے مقابلہ میں عالمگیر کے لشکر میں تھا چودہ ہزار فوج لے کر مخالف سے جا ملا فتح کے بعد حضور معاف کر کے منصب جاگیر اعزاز بحال کرتے ہیں دکن کی مہم میں سیواجی دشمن سے جا ملا پھر بھی اسکو معافی مل گئی اور کابل کی مہم پر بھیجا گیا ۱۰۸۹ھ میں مارا گیا۔

کہ اگر کوئی شخص بھی اس زمانہ میں تاریخ ہند لکھنے کی اورنگ زیب کی حدود سلطنت میں کوشش کرتا تو بالضرور قابل تعزیر ہوتا۔ اور اس ممانعت کی من گھڑت وجوہات ظاہر کرنے پر اورنگ زیب کی تاریخ لکھنے والوں نے اپنی اپنی عقل خرچ کر دی ہے۔ عام ممانعت تاریخ لکھنے کی اورنگ زیب کے زمانہ میں کبھی نہیں ہوئی۔ اصل واقعات یہ ہیں۔

رواج قدیم کے مطابق ایک امیر سرکاری طور پر تاریخ لکھنے کی خدمت پر مامور ہوتا تھا اور یہ قدرتی امر ہے کہ اس تاریخ میں شاہ حکمران کی اعلیٰ درجہ کی تعریف و توصیف درج کی جاتی ہے۔

اورنگ زیب کے زمانہ میں بھی یہی دستور تھا۔ اور ایک شخص کاظم خاں نام اس خدمت پر مامور تھا اورنگ زیب کی طبیعت خوشامد سے سخت متنفر تھی۔ اور وہ اس دنیا کے کارنامے کچھ باعث افتخار نہ سمجھتا تھا۔ بقول اس کے اپنے ایک مورخ کے "چون[۱] تاسیس بنائے باطن مقدم بر اظہار آثار ظاہر بود۔ کاظم خاں مصنف عالمگیر نامہ از تسوید ممنوع شد۔

اس عبارت سے اور دیگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر نامہ جہانگیر نامہ۔ شاہجہان نامہ۔ اور عالمگیر نامہ کا سلسلہ بلاشبہ بند کر دیا گیا۔ یہ سلسلہ خاص مطلب کے لئے اور خاص طور پر تحریر میں آتا تھا

---

(۱) چونکہ تعمیر باطنی کا انتظام ظاہری آثار کے ظاہر کرنے پر مقدم تھا عالمگیر نامہ کے مصنف کاظم خاں کو مسودہ تیار کرنے کی ممانعت ہو گئی۔

اس سلسلہ میں خوشامد کی بو آتی تھی۔ یہ کتابیں ایسے لوگوں کی لکھی ہوئی نہیں ہیں جو سرکاری دباؤ سے آزاد تھے۔ ان کے معتبر ہونے میں تو کلام نہیں لیکن ان کے پڑھتے وقت اس امر کا خیال ضرور رکھنا ہوگا کہ جس شہنشاہ کے فضائل بیان کرنے میں خاص زور دیا گیا ہے اور واقعات کو خوشامد کا رنگ دیا ہوا ہے۔ سرکاری مورخ کو عالمگیر نامہ کی صورت میں تاریخ لکھنے کی ممانعت تو البتہ کی گئی۔ لیکن واقعہ نگاری کا سلسلہ کبھی بند نہیں کیا گیا۔ ہمارے پاس اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ عالمگیر کے زمانہ میں تادم اخیر عالمگیر سرکاری واقع نگار مقرر تھے اور سرکاری کاغذات میں واقعات درج کئے جاتے تھے اپنے پاس اس بیان کی تائید میں ہم ناظرین کی توجہ مثال کے طور پر اس فقرہ کی طرف دلاتے ہیں جو ہم نے غازی الدین خاں جد امجد نظام حیدرآباد کی نسبت دکن کے فصل میں لکھا ہے۔

عام ممانعت تاریخ کی بحث میں دو امور خصوصاً نوٹس کے قابل ہیں۔ معترضین کا قول ہے کہ گیارہویں سال جلوس میں ہی ممانعت کی گئی تھی۔ چنانچہ اس سال کے پیچھے کی کوئی تاریخ سلسلہ وار نہیں ملتی۔ یہ بات صریحاً غلط ہے۔ عالمگیر نامہ خود اورنگ زیب کے حکم سے بتیسویں سال جلوس میں لکھا جا رہا تھا۔ اور ۱۶۸۸ء میں کاظم خاں اس کے لکھنے سے ممنوع ہوا تھا اور اس وقت کاظم خاں نے ابھی دس سال کے واقعات ہی قلمبند کئے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ معترضین

کا یہ قول کہ چونکہ عالمگیر نے دس سال کے بعد ایذاء رسانی ہنود کا ارادہ کر لیا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے زمانۂ ایذاء رسانی کے حالات آئندہ نسلوں کو معلوم ہوں اس نے دس سال کے بعد ممانعت تاریخ لکھنے کی کر دی بہتان محض ہے۔ جزیہ[1] جو معترضین کے نزدیک ہندوؤں کے دل دکھانے والی بات ہے تحریر عالمگیر نامہ سے دس برس پہلے لگایا جا چکا تھا۔

دوسرا امر جو قابل توجہ ہے پہلے سے بھی زیادہ دلچسپ ہے۔ معترضین اپنی تائید میں بیان کرتے ہیں کہ چونکہ خافی خاں نے اپنی تاریخ خفیہ طور پر لکھی تھی اس واسطے اس کا نام خافی خاں ہو گیا۔

تھوڑی سی بھی تحقیقات کرنے پر معلوم ہو جائے گا کہ اول تو خافی خاں نے تاریخ اورنگ زیب کے زمانہ میں لکھی ہی نہیں اور اس واسطے اسے خفیہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ دوم خافی خاں کے معنی جو معترضین نے سمجھے ہیں وہ غلط ہیں۔

خافی خاں کی تاریخ میں جہاں تک ہمیں اس کی اپنی کتاب سے مدد مل سکتی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ عالمگیر کے مرنے کے بعد لکھی گئی تھی اور بالفرور لُبُّ التواریخ مصنفۂ بندرابن اور

---

[1] ذاتی ٹیکس جو امیروں سے ۱۲ درہم متوسط سے ۶ اور غریب جو سرکار سے ۳ درہم سالانہ ہوتا ہے سارے ٹیکس معاف ہو کر یہ قدر بھی کیسے گراں گذرتا ہو محض پروپیگنڈا ہے اور مسلمانوں پر فی ہزار اس کی زکوٰۃ کہیں زائد واجب تھا۔

مستعد خاں کی تاریخ کے پیچھے تصنیف ہوئی۔ کیونکہ ان دونوں
تاریخوں کا ذکر خافی خاں کی کتاب میں ہے۔ مستعد خاں کی تاریخ شاہ
عالم کے حکم سے سنہ ۱۷۱۰ء میں تحریر ہوئی تھی اور عالمگیر ۱۷۰۷ء میں
وفات پاچکا تھا۔ البتہ لب التواریخ جو دیوان داراشکوہ کے بیٹے
کی تصنیف ہے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۰۱ھ میں شروع کی گئی تھی اور
سنہ ۱۱۰۶ھ کے پہلے بہر حال ختم ہوچکی تھی۔[1]

اسی امر میں بحث کرتے ہوئے ایک یورپین مورخ کہتا ہے کہ
"خافی خاں کے نام سے لفظ "خفیہ کی طرف جو لوگوں کی توجہ ہوئی ہے
اس کی خافی خاں کی اس عبارت کی غلط فہمی ہے جہاں وہ بیان کرتا ہے
کہ اس نے یہ سب کچھ صندوق میں بند رکھا ہوا تھا۔ لیکن یہ صندوق
صندوق حافظہ تھا۔ وفات اورنگ زیب کے دو تین سال بعد تک
تو خافی خاں کے لئے اپنی کتاب مخفی رکھنے کی کچھ وجہ ہوسکتی تھی لیکن
اس واقعہ کے تیس سال بعد تک اخفائے کتاب کی کوئی معقول اور
صحیح وجہ نہیں ہوسکتی"

اور خافی خاں کی کتاب اس مدت سے پہلے ظاہر نہیں ہوئی۔
خافی خاں جس کا اصل نام محمد ہاشم تھا خواف علاقہ خراساں کا رہنے
والا تھا چنانچہ اس کا باپ خواجہ میر خوافی کے نام سے مشہور تھا۔

---

[1] اورنگ زیب کی وفات سنہ ۱۱۱۸ھ میں ہوئی ہے تو بارہ سال پہلے
یہ تاریخ لکھی جاچکی تھی۔

اور خافی خاں بھی اسی وجہ سے اصل میں خوافی خاں ہے۔

اس حکم کے سوا جو کاظم خاں کے نام ہوا اورنگ زیب نے اور کوئی حکم تاریخ کے بارے میں نہیں دیا۔ اگر کوئی شخص ان دنوں میں اپنے طور پر تاریخ لکھتا تو عالمگیر سے اسے کسی قسم کا خوف نہ تھا۔ چنانچہ لب التواریخ اس امر کی شاہد ہے۔

اورنگ زیب کے عہد میں پوری ٹولریشن (مذہبی آزادی) تھی۔ اس کے ملک میں غیر قوم و غیر مذہب والے بلا روک ٹوک اپنی رسومات مذہبی ادا کرتے تھے۔ ان کے دین و مذہب کے بدلنے پر انھیں کبھی مجبور نہیں کیا گیا[1]۔ ان کے جان و مال محفوظ تھے۔ اور شریفانہ معاش کے وسائل انھیں ہر وقت حاصل تھے۔ اور یہی شرائط ہیں جو ایک غیر قوم اور غیر مذہب کی سلطنت کو ہر دل عزیز بنانے کیلئے ضروری ہیں۔ ان سے بڑھ کر مانگنے میں کوئی عیب تو نہیں لیکن اگر کچھ ملے نہیں تو جائے شکایت بھی نہیں۔ البتہ اس قدر تو ہم ضرور کہیں گے کہ فرمانرواؤں کے کیرکٹر کا اندازہ کرتے وقت ہمیں اس امر کا لحاظ کرنا پڑے گا کہ وہ لوگ بھی عموماً مذہبی اور قومی تعلقات کی زنجیروں سے بالکل آزاد نہیں ہو سکتے۔ ان کی نسبت صرف یہ دیکھنا ہے کہ وہ بدنیت۔ ظالم۔ جابر اور دل آزار خلائق تو نہیں رہیں لیکن چونکہ ایک ہندو راجہ عموماً اہل ہنود کو اعلیٰ عہدوں پر سرفراز کرتا ہے

---

[1] ہندوؤں کی اکثریت اس کی کھلی دلیل ہے۔

اپنے معبودین کی پرستش کا پابند ہے اور مسلمانوں۔عیسائیوں سے جیساکہ اہل ہنود پرہیز کرتے ہیں وہ بھی پرہیز کرتا ہے تو اسے ہم ظالم نہیں کہیں گے ایساہی ایک بادشاہ ہو مسلمان ہے اگر وہ پابند صوم صلوٰۃ ہے اپنی سرکار میں عموماً مسلمانوں کو ملازم رکھتا ہے تو یہ گمان کر لینا کہ وہ ظالم ہے محض غلطی ہے - اور یہی حال ایک عیسائی گورنمنٹ کا ہے [1] پھر اگر کوئی شخص فرمانروا کے عہدے کے سامنے گستاخیاں کرے اس کا جاگیردار و وظیفہ خوار ہو کر اس کے دشمنوں کو مدد دے اس کے ملک میں فساد مچائے۔علم بغاوت بلند کرنے امن خلق اللہ میں خلل انداز ہو تو اس کی بیخکنی کرنا ظلم و ستم میں داخل نہیں - ایک بانی سلطنت کا حاکم ملک سے غیر مذہب ہونا اس کے لیے وجہ رعایت نہیں ہو سکتا اور اگر اس کی سرکوبی کی جاوے تو ہم اور کل ہوشمند آدمی اُسے ظلم و تعصب نہیں کہیں گے۔ ایساہی اگر کوئی خاص جماعت بھی سر اٹھائے تو اس کے ساتھ بھی ویساہی سلوک ہونا چاہیئے اور اس سلوک کی نسبت بھی وہی رائے ہوگی جو ہم نے اوپر ظاہر کی ہے ۔

---

[1] بلکہ عیسائی حکومت میں بڑے عہدے یورپین کے لیے خاص رکھے گئے ہیں اور آج ہند و حکومت نے تو عہدے تجارتی پرمٹ کارخانے وغیرہ میں خصوصیت رکھی ہے ۔ خصوصاً اس کے کام کو جو اپنے عزیزوں کی بغاوت پر اس سے زائد کر چکا ہو۔

البتہ اس موقع پر معترضین کہیں گے کہ ان گستاخیوں۔ اس فساد و بغاوت کی وجہ اگر کوئی جابرانہ کارروائی حاکم کی ہو تو اس حالت میں ہماری رائے ٹھیک نہ ہوگی اس کے ہم بھی قائل ہیں اور اورنگ زیب کی نسبت تو بلا خوف تردید لکھنے کو آمادہ ہیں اور ہم نے سلسلہ واقعات سے ثابت بھی کر دیا ہے اس نے کبھی کسی جابرانہ کارروائی سے کسی فرد بشر۔ کسی فرقہ یا کسی جماعت کو برانگیختہ کرنے سے بغاوت کا موقع نہ دیا۔ اس کے زمانہ میں دیگر سلاطین مغلیہ کے عہد سے کوئی زیادہ فسادات بھی نہیں ہوئے اور ان فسادات کے اسباب پیدا کرنے میں اورنگ زیب کا کچھ بھی حصہ نہ تھا ہندوؤں سے عالمگیر کے برتاؤ کے شکایات کے سلسلہ میں ایک صاحب بہادر لکھتے ہیں کہ "عالمگیر نے کل ابواب جن کے وصول کرنے کی بادشاہ کو شرع محمدی نے صریح اجازت نہ دی ہوئی تھی لینے موقوف کر دئے اور کل ٹیکس جو ہندو میلوں پر خرید و فروخت اشیاء سے وصول ہوتے تھے بدین خیال معاف کر دئے کہ ان کی اصلیت کو بت پرستی سے تعلق ہے یہ غیر منصفانہ رعائتیں صرف ساہوکاروں۔ بڑے سوداگروں اور شہروں کے باشندوں کے حق میں مفید ہوئیں۔ محصول اراضی بدستور قائم رہا اور محصول راہداری جو بدترین ابواب تھا بجائے کم کرنے کے بڑھا دیا گیا۔

صاحب بہادر کے بیان کے مطابق یہی تکالیف مذہبی تھیں جو

عالمگیر نے ہندوؤں کو دیں اور اپنے بیان کی تائید میں صاحب بہادر خافی خاں ایک مسلمان مورخ کو پیش کرتے ہیں۔ خافی خاں کو دیکھنے پر ہمیں ایک پیرگراف نظر پڑا ہے جو غالبًا اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ یقینًا صاحب بہادر کے بیان مندرجہ بالا کا منبع اقتباس ہے۔ ہم اس پیرگراف کو ناظرین کی خاطر لفظ بلفظ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ "چوں بسبب اختلال احوال ملک (خانہ

سلہ جبکہ ملکی حالات کے خلل پذیر ہونے اور فوجوں لشکروں کے سمندر کی طرح ہر طرف خصوصًا شرقی و شمالی آبادیوں میں آنے جانے سے دو سال تک لشکرکشی کا سلسلہ درمیان میں رہا اور بعض جگہ بارش کی کمی بھی اس کے علاوہ ہوگئی تو غلہ کی گرانی رونما ہوئی مخلوق خدا کی حالت کو سنوارنے اور شکستہ حال رعیت کے حال پر رحم کرنے کیلئے ان تمام ٹیکسوں کی معافی کا حکم دیدیا جو راہداری کہ ہر گذرگاہ اور سرحد اور پنگھٹ پر لیتے تھے اور اس سے بڑی رقم حاصل ہوکر داخل خزانہ ہوتی تھی اور پاندسی یانہ بازاری کہ ہر ماہ وسال پر زمین و مکان کے کرایہ کے طور پر الگ محروسہ کے ہر قسم کے کام کرنے والوں روپیہ کمانے والوں قصاب نشہ فروش سبزی فروش سے لیجاتی تھی یہاں تک کہ دو بزاز جوہری صراف بھی جو بازار کی زیب کے کسی کنارہ یا راستہ کے سرے پر بیٹھے دوکان بناکر خرید و فروخت کرتے تھے معمول کے موافق کچھ ادا کرتے تھے۔ کل رقم لاکھوں سے زائد بیت الخراج میں پہنچ جاتی تھی اور منشغ ناشرعی دوسرے ٹیکس مثلًا سرشماری ابرشماری برگدی، بنجارہ کی چرائی طوعانہ عرس کے بازاروں کے دنوں کی آمدنی کفار کے جاترہ کی آمدنی جبکہ دور نزدیک کے پرگنوں کے ہندوؤں کے عبادت خانوں میں ہر سال ایک بار لاکھ آدمی جمع ہوتے اور مختلف اجناس کی خرید و فروخت کرتے اور نشیلی چیزوں جوئے خانوں شراب خانوں جرمانوں شکرانوں اور چوتھائی حصہ ادائیگی قرض میں جو قرض خواہوں کا قرض حکام کی اعانت سے وصول کرایا جاتا تھا تقریب قریب اسی ابواب اور سب ابواب سے کروڑوں روپیہ سرکاری خزانہ میں داخل ہوا کرتا تھا ہندوستان کی پوری قلمرو سے معاف کردیا تھا سوائے اجناس غلہ کے عشروں کے جو معمول شرعی کے دفتر دیوانی کی رو سے پچیس لاکھ روپیہ وصول ہوتا تھا غلہ کی گرانی میں کمی کرنے کیلئے سب معاف کر دیا تھا۔

جنگیوں کی طرف اشارہ ہے) و عبور لشکر و افواج دریا موج ہر طرف خصوص
بلاد شرقی و شمالی تا دو سال لشکر کشی بمیان آمد کہ بعض جا کمی باراں نیز علاوہ
آں گردید۔ غلہ رو بگرانی آورد نظر بر نامیت حال خلق اللہ و ترحم بحال
رعایائے شکستہ احوال حکم معافی راہداری کہ بر سر ہر گذر و سر حد و معبر
آبہا می گرفتند و مبلغ خطیر حاصل آں واصل خزانہ می گردید و پاندری کہ
در ہر ماہ و سال بعیغہ کرایہ زمین و مکانے کہ ہمہ اصناف گراں و کاسبان
ممالک محروسہ از قصاب و کلال و سبزی فروش گرفتہ تا بزاز و جوہری و صراف
کہ بر ہر گل زمین بازار و سر رستہ نشستہ دوکان ساختہ خرید و فروخت
می نمودند در سرکار بدستور معمول چیزے می دادند۔ زر کل زیادہ از
کلما عایہ بیت خراج می گردید۔ و ابواب مشروع و نامشروع دیگر مثل
سر شماری و پیشماری و برگدی و چرائی بنجارہ و سوداسند و ماصل ایام
بازار عرس و جاترہ کفار کہ در معبد خانہائے ہنود پرگنات دور و نزدیک
ہر سال یک بار چندیں لک آدم فراہم آمدہ خرید و فروخت اجناس
می نمودند و زر مسکرات و قمار خانہ و خرابات خانہ و جرمانہ و شکرانہ و
چہارم حصہ وجہ ادائے قرض کہ بہ اعانت حکام وصول قرض خواہاں
می شد وغیرہ قریب ہشتاد بابت کہ از ہمہ ابواب زیادہ از کرور ہا داخل
خزانہ سرکار می گردید۔ از قلمرو ہندوستان معاف فرمودند۔ و سوائے
آں عشور جنس غلہ کہ بست و پنج لک روپیہ از زر وے دفتر دیوانی
محصول شرعی آں بعرض رسید برائے تخفیف گرانی غلہ معاف نمودند"

اس کے آگے خافی خاں چند سطور میں عمال کی بدعملیوں کی شکایت کرکے جو بسبب طوالت چھوڑ دی گئی ہیں لکھتا ہے کہ اگرچہ بادشاہ کی طرف سے تہدید آمیز حکم ابواب مذکورہ بالا کی معافی کے بارہ میں صادر ہوا اور اس کی تعمیل نہ کرنیوالے عزل و کمی منصب اور عتاب شاہی کے سزاوار بھی ہوئے لیکن[1] بندوبست معافی بیشتر ابواب بظہور نیامد خصوص زر راہ داری کہ نزد خدا ترسان حق آگاہ بدترین ممنوع کہ مادہ فساد و مسافر آزاری ست و مبلغ کلی محصول آں می شود در اکثر ممالک محروسہ قلمرو ہندوستان از بیوپاریاں و مسافران بے بضاعت و رہ نوردان محتاج فوجداران و جاگیرداران زیادہ از سابق تظلم و سختی می گرفتند

خافی خاں کی یہ عبارت پڑھتے ہی اہل بینش جو زبان فارسی سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں ہمارے صاحب بہادر کے بیان کی

---

[1] لیکن بہت سے ابواب معافی کا انتظام ظہور میں نہیں آسکا خصوصاً راہ داری کا روپیہ جو خدا سے ڈر رکھنے حق سے واقفیت رکھنے والوں کے نزدیک سب سے برا منع شدہ اور فسادی جڑ اور مسافر آزاری تھا اور اس کا کل روپیہ ہندوستان کی قلمرو کے بہت سے ملکوں میں بیوپاریوں بے سامان مسافران غریب راہ چلتوں فوجداروں اور جاگیرداروں سے وصول ہوتا اور پہلے سے بھی زیادہ ظلم اور سختی سے لیتے تھے۔

وقعت کی نسبت فوراً رائے قائم کر چکے ہوں گے۔

اقتباس پانزدہم:۔ ذیر عنوان مذکور ہم نے اپنی کتاب کے پڑھنے والوں کو عالمگیر کے مہربانوں کی منصفانہ رایوں کا نمونہ دکھا دیا ہے اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بے معنی اعتراضات کی وقعت معترضین کے آخری فقرات سے جوان کے ضمیر نے بصد مشکل ان کے قلم سے لکھوائے ہیں خاک بھی نہیں رہتی۔ معترضین کو ماننا پڑتا ہے کہ انکے پاس ایک بھی ایسی مثال نہیں جس سے عالمگیر کا ہندوؤں کو مقہور کرنا اور ان سے ظلم و بیرحمی سے اس کا پیش آنا ثابت ہوا۔ ایک ہندو بھی مذہب کے طفیل قتل کا تو کیا ذکر ہے قید تک نہیں ہوا اور نہ کسی قسم کا مالی نقصان اس وجہ سے کسی کو پہنچا یہ باتیں تو بڑی ہیں کبھی کسی کو اپنے آبا و اجداد کے معبودین کی کھلم کھلا پرستش سے بھی تو نہیں روکا گیا۔ شکایت ہے تو صرف اتنی ہے کہ ان کی دل جوئی میں کوتاہی کی گئی[1] یا یوں کہو کہ اکبر نے جو دل جوئی کی تھی وہ عالمگیر سے نہیں ہوئی۔

اس اعتراض پر بحث کرتے وقت ہمیں اس امر کا لحاظ بھی رکھنا ہوگا کہ اکبر کی عنایات کا اکثر حصہ اور کل بھی کہیں تو بیجا نہ ہوگا راجپوتوں کے نصیب میں آیا تھا۔

---

[1] جو اسلام کی گنجائش سے باہر تھی ناجائز تھی بلکہ بعض تو کفر تک پہنچانے والی تھی یہ اسلام کے پابند سے ناممکن ہے۔

دل جوئی جسمیں عالمگیر قاصر رہا اور جس نے اکبر کا نام راجپوتوں میں ہر دل عزیز کر دیا تھا۔ دو طرح سے عمل میں آئی۔

دل جوئی کے لیئے ایک تو اکبر نے خود ڈاڑھی منڈوائی۔ درباریوں کی منڈوائی۔ ٹیکا لگوایا۔ سجدہ کرایا۔ ہندوں کی بیشمار رسمیں اختیار کیں۔ اور اس نسخہ کو سریع التاثیر اور حکمی بنانے کی غرض سے مسلمانوں کو حتیٰ الوسع ذلیل و خوار کیا۔

دوسرے راجپوتوں کو جن کے گانٹھنے کے لیئے اکبر یہ سارے جنتر منتر پڑھتا تھا اس نے اعلیٰ عہدوں پر ممتاز کر کے سلطنت مغلیہ میں ان کا پولیٹکل اقتدار بڑھایا۔

اکبر کا مدعا ان ساری کارروائیوں سے جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اپنے لئے اور غالباً اپنی اولاد کے لیئے بھی ایک مستحکم سلطنت ہند میں قائم کرنے کا تھا۔ اس کے وقت میں حالات نازک تھے۔ اس نے اپنے زعم میں بچاؤ کی اچھی صورت نکالی تھی۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ اسکے منظور نظر اس کی اولاد کیلئے مار آستین ثابت ہوں گے۔

غیر قوم کا جوا خواہ کتنا ہی ہلکا ہو برداشت میں گراں ہوتا ہے۔ راجپوتوں نے تھوڑے ہی دنوں میں تدبیر اکبری کی غلطی ظاہر کر دی اورنگ زیب کے زمانہ تک یہ غلطی اور بھی نمایاں ہو گئی تھی چنانچہ

نہ مثلاً مسلمانوں کی حکومت راجپوتوں کے لیے۔

اس کے زمانہ میں مہاراجہ جسونت سنگھ اور اس کے ہمراہیوں کی چالیں اورنگ زیب جیسے دور اندیش بادشاہ کے لیے کافی دلیل اس غلط پالیسی کے بدلنے کے لیے موجود تھی۔ لیکن اورنگ زیب نے جزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہ دیا اس کی دوربین نظر نے راجپوتوں کی گستاخیوں کی اس گھٹا کو عالم شہزادگی میں ہی بخوبی دیکھ لیا تھا اور وقت پر وہ بھی بساز و سامان کافی اسکے لیے تیار تھا۔

اس نے تخت نشیں ہوتے ہی اکبر کی پالیسی کے پہلے حصہ کو ملیامیٹ کر دیا۔ مسلمانوں کی اس قدر تذلیل و تحقیر اور ایسے کمینے ذریعوں سے راج پوتوں کی دل جوئی اسے منظور نہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ کسی قوم کے قیام حکومت کے لیے اسی قوم کے لوگ اصل اراکین سلطنت ہوتے ہیں اور غیر قوم کے لوگ صرف معاونین کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ راجپوتوں کو حکومت میں حصّہ دینے کے مخالف نہ تھا لیکن اپنی قوم کو نقصان پہنچا کر دوسری قوم کی عزت افزائی کرنا اس کے لیے پولیٹکل اصولوں میں نہ تھا۔ اور کسی دور اندیش بادشاہ کے اصولوں میں کبھی نہیں ہوا۔ اور نہ ہو گا۔ اکبر کی پالیسی کے دوسرے حصہ میں عالمگیر نے بہت کم دخل دیا۔ معاملات ملازمت میں اس کے ہاں مذہب کا کچھ اثر نہ تھا۔ راجپوت اور مسلمان بلا امتیاز قوم و ملت اس کی

---

[1] داڑھی منڈوانے اور ہندو رسموں کو اپنانے کو مسلمانوں کو ذلیل و خوار کرنے کو [2] عہدوں کے متعلق۔

فوجوں میں بھرتی ہوتے تھے۔ راجپوتوں کو اس نے سپہ سالاری گورنر صوبجات اور دیگر اعلیٰ مناصب سلطنت عطا کیے۔ راجہ جے سنگھ اکثر اس کے اکثر مہمات سلطنت میں سپہ سالار۔ راجہ جسونت سنگھ باوجود اس کے قابل سرزنش اطوار کے گورنر۔ رائے رایاں وزیر اعظم۔ عالمگیر کے زمانہ ہی میں تھے۔ ماسوا ان لوگوں کے دیگر ہندو امراء جو اس کے عہد بعہد ہائے جلیلہ پر ممتاز تھے بلحاظ تعداد بھی گذشتہ بادشاہوں کے زمانہ سے کم نہ تھے۔ راجپوت عالمگیر کے مرتے دم تک اس کی فوجوں میں مرہٹوں اور دکنیوں کے مقابلہ میں لڑتے اور بڑی بڑی جان نثاریاں دکھاتے رہے۔ راجپوتوں سے اس نے رشتہ[1] داریاں بھی کیں (محتاج تنقیح)

اکبر کی اور عالمگیر کی پالیسی میں کچھ فرق تھا تو صرف اتنا ہی کہ عالمگیر نے مسلمانوں کے دل جو اکبر کے دین الٰہی پالیسی سے توڑ دیے تھے۔ مسلمانوں میں ترویج اسلام سے بڑھائے اور راجپوتوں کو حد اعتدال سے بڑھنے نہ دیا۔

جب اورنگ زیب تخت پر بیٹھا۔ اسے عجب مشکلات کا سامنا تھا۔ اس کے اجداد کی غلطیوں نے بیحد نقائص انتظام سلطنت میں پیدا کر دیے تھے۔ اکبر نے اپنی خود بیخکنی کرنے والی پالیسی سے راجپوتوں کو سلطنت میں حد سے زیادہ حصہ دے کر اور مسلمانوں کو بیحد ذلیل

---

[1] یعنی جو مسلمان ہو گئے ان سے رشتہ داریاں کیں۔

کرکے ہند میں مغلیہ حکومت کے بازؤں کو ڈھیلی، ضعیف کر دیا تھا۔ راجپوت دلیر گستاخ ہوگئے۔ اور سلطنت کے کاموں میں بیجا مداخلت کرنے تھے۔ مسلمانوں کے دلوں میں اکبر کے سلوک سے حکمران خانداں کے ساتھ پہلی الفت نہ رہی تھی بلکہ نفرت ہوگئی تھی اوراس پر طرہ یہ ہوا کہ رنگیلے جہانگیر اور عشرت پسند شاہ جہاں کے زمانہ کے عیش وآرام نے بلخ، وبدخشاں، افغانستان، وترکستان اور ایران کی جری قوموں کو بالکل بودا[1] بنا دیا تھا۔ ایک طرف یعنی مسلمانوں میں عیش سے سستی اور دوسری طرف یعنی راجپوتوں میں مروت اور رعایت سے بغاوت کے سامان پیدا ہوگئے۔

جب بابر نے ہند میں یورش کرکے سلسلہ سلاطین مغلیہ قائم کیا اس کے ہمراہ سرخ رنگ جفاکش مغل سپاہیانہ لباس میں دن رات گذارنے والے بہادر آئے تھے۔ امراء جن کے درمیان اورنگ زیب نے پرورش پائی زرد رو۔ نازک بدن اور نازک طبع تھے بابر اپنی کل لڑائیوں میں جو وہ تیس سال برابر لڑتا رہا۔ جہاں کہیں دریا کے سامنے آگیا اس کے سپاہیوں کا تو کیا ذکر ہے خود تیر کر دریا عبور کرتا تھا عالمگیر کے زمانہ شباب میں مغلیہ دربار کے ارکین سلطنت کو نزاکت طبع کی وجہ سے باریک ململ کے کپڑے پہننا بھی وبال جان تھا اور اپنے پاؤں چلنا دشوار۔

---

[1] کمزوری کا یہ راز سب کو محسوس کرنا چاہیئے جو آجکل زور شور پر ہے فیشن اور عیش وآرام کا شوق جذبہ جہاد کا دشمن ہے یہ جذبہ نہ رہنا قوم کو کمزور کر دیتا ہے۔

اور میدان جنگ میں وہ پالکی میں سوار ہو کر جاتے تھے۔ عزم کردی اور مغلی جلاوت[1]۔ زمانہ گذشتہ کی داستان [illegible] اب و عباسی فضائل کتابوں میں کہانیوں کی شکل میں ہی رہ گئے تھے۔ [illegible] ستان کی آب و ہوا اور تعلقات نے ان کے پہاڑی وطن کی تیز مزاجی کو نرم کر کے بیمارسی طبیعت میں بدل دیا۔ اور جو پہلے آگ تھے وہ ہند میں آکر خاک ہو گئے۔ اللہ اکبر کا قدیمی اسلامی نعرۂ جنگ جو ہر ایک مسلمان کے دل میں جوش پیدا کرنے کی برقی طاقت رکھتا تھا۔ ایک بے تاثیر آواز بے اصل نشانی اس مذہب کی رہ گئی جس کا نقش اکبر کی غلط تدابیر نے لوگوں کے دلوں میں محو کرنے کی کوشش کی تھی۔ دین[2] الٰہی کے اصولوں اور اکبر خلیفۃ اللہ کی ہدایتوں نے بعوض نعمت اسلام سست اعتقادی مذہب سے بے اعتنائی عورتوں کے توہمات اور بچوں کے باطل خیالات کی زہر آلود شیرینی لوگوں میں تقسیم کر کے ان کی روحانی زندگی کو نقصان اور اس سے ان کی جسمانی طاقتوں میں ضعف پیدا کر دیا۔ اور جب اکبر نے اسلامی کے سخت گیر اور زبردست ہاتھ کو سیاست سلطنت میں دخل دینے سے روک دیا تو بد اخلاقی اور عیاشی سوسائٹی میں فوراً گھس آئیں اور ان کے قدم بقدم ضعف دل و دماغ تشریف لے آئے مردانگی اور بہادری کی جگہ پست ہمتی اور بزدلی اور روشن دماغی کے

---

[1] سخت جانی [2] جو اکبر نے اسلام و کفر کے بیچ بیچ سمجھ کر کافرانہ جاری کیا تھا۔

بجائے کم عقلی کا دور دورہ ہو گیا۔

مغلوں کی روز افزوں عیاشی اور بودا پن کو دور کرنا۔ راجپوتوں کی دن بدن بڑھنے والی خود سری فرد کرنا۔ صوبجات کے حاکموں کو سرکش ہو جانے اور خود مختار سلطنتیں قائم کر لینے سے روکنا ایک زائل ہونیوالے جسم میں جان ڈالنا اور روح بے اعتنائی میں مذہب پھونک کر پراگندہ ہونے والے اجزائے حکومت کو باہم چسپاں رکھنا وہ اہم امور تھے جو اورنگ زیب کے عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے وقت درپیش و غور طلب تھے۔

صریح الفاظ میں یا تو حقیقی اراکین سلطنت یعنی مسلمانوں کو جو اکبر کی پالیسی سے بہت ناراض ہو کر دل کشیدہ ہو رہے تھے الگ ہو جانے دینا اور دفع الوقتی کے پیدا کئے ہوئے اراکین یعنی راجپوتوں کے بیجا حوصلے بڑھا کر سلطنت اسلامی کی بیخکنی کا موجب ہونا۔ یا مسلمانوں کو پھر اکبری سے محفوظ کر کے اسلامی جھنڈا ہندوستان میں قائم رکھنا یہ سوالات تھے جو شاہ جہاں کی شاندار لیکن گھن کھائی ہوئی سلطنت کے جانشین کو جز کوئی ہوتا حل کرتے تھے۔

اورنگ زیب متقی۔ معاملہ فہم۔ اور تدبیر ملکی میں بہت ہوشیار اور بقول بڑیر صاحب خاندان تیموریہ میں سب سے زیادہ دانا بادشاہ تھا اس خداترس طبیعت اور حسن لیاقت نے اس مردہ جسم سلطنت میں جان ڈالنے کے خوب قابل بنا یا تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے ہر ایک

قوم ہر ایک ملت کی دل جوئی شروع کی۔ وہ جانتا تھا کہ عکمراں کی پالیسی نے راجپوتوں کو سلطنت کے کاموں میں حد اعتدال سے دخل دیدیا ہے اور نیز یہ بھی جانتا تھا کہ یہ دخل ایک نہ ایک دن رنگ لاوے گا۔ لیکن جو کچھ ہو چکا تھا۔ جو کچھ راجپوت حاصل کر چکے تھے وہ ان کے باپ دادا کا حق سمجھا گیا اور جہاں تک انہیں پہلے شاہنشاہوں کے عہد میں رسوخ حاصل تھا۔ اس میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی گئی۔

لیکن عالمگیر کے جد اکبر جسے وہ اکثر جد اکفر[1] کے نام سے یاد کیا کرتا تھا وہ بیج بو گئے تھے کہ اس کا زہریلا پھل ہندوستان کی عظیم الشان سلطنت کا ضائع کرنیوالا نظر آیا۔ راجپوت ہر روز نیا فتنہ اٹھاتے تھے۔ مگر اورنگ زیب کی بیدار مغزی اٹھتے فتنہ کو ہی پامال کر دیتی۔ اس نے دیکھا کہ راجپوتوں کی بیجا مدارات کی برائی مسلمانوں کی دل شکنی اور کمزوری سے دوبالا ہو گئی۔ اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے مسلمان بھی لڑنے مرنے کو تیار نہیں۔ اور اگر تیار بھی ہوں تو قابل نہیں۔ مسلمانوں کا مارشل اسپرٹ جو زائل ہو رہا تھا اسے بحال کرنے کی غرض سے عالمگیر نے اپنے عہد سلطنت کا نصف حصہ لڑائی میں صرف کر دیا۔ اور ایک طرف تو مسلمانوں کو محبت سے۔ دل جوئی سے ترویج اسلام سے اور مشق سپہ گری سے ان کے گم کردہ صفات پھر حاصل کرنے کی اس نے

---

[1] بڑا کافر۔ کس قدر پختہ ایمانی کی بات تھی کہ خدا کی مخالفت کرنے والے کو جس حقارت کا وہ مستحق تھا اس سے یاد کیا اور اپنے نسبی تعلق کو خدا کے تعلق سے مغلوب کر ڈالا یہ بات کم کم لوگوں کو میسر ہوئی

ترغیب دی اور دوسری طرف اسنے راجپوتوں کی خودسری کو اغماض سے ۔عفو سے۔ بذل عنایات سے اور بیشک دست آہنین سے بھی بڑھنے نہ دیا۔

لیکن گئے گذرے مسلمانوں کو سنبھالنا اور راجپوتوں کی روزبروز بڑھنے والی بیجا امیدوں اور حوصلوں کو روکنا سہل کام نہ تھا۔ ایک شخص کی عمر تین عمروں کے بگڑے ہوئے کام کے سنوارنے کے لیے کس طرح کافی ہو سکتی تھی۔ اورنگ زیب نے اپنی ساری عمر۔ اور عمر بھی نوے سال تلافی مافات اور حفظ ماہوآت[1] میں گذاری ۔ عالمگیر اپنی رائے صائب کے طفیل اپنے ارادوں میں بہت کچھ کامیاب ہوا ۔لیکن کام اہم اور زیادہ تھا جو لائق جانشیں پورا کر سکتے تھے ۔ اورنگ زیب کے جانشین ان اعلےٰ صفات سے محروم تھے جو خدا تعالےٰ نے اسے عطا کی تھیں۔ وہ کچھ نہ کرسکے بلکہ ان کی ناقابلیت نے پہلے جو کچھ بن چکا تھا بجائے سنوارنے کے اسے بھی بگاڑ دیا۔

---

[1] آینوائے حالات کی حفاظت

ختم شد

خاتمہ

ان پندرہ[۱۵] اقتباس پر رسالہ ختم کرتا ہوں اور عدد اقتباسات کی رعایت سے رسالہ کو پانزدہ[عہ] ارمغان سے ملقب کرتا ہوں جو مادہ تاریخیہ بھی ہے[عہ] آغاز رجب[سلہ] ۱۳۶۱ھ۔

عہ تحلیلہ ہکذا

حرف				
پ	۲			
ا	۱			
ن	۵			
ز	۷			
د	۴			
ہ	۵			
ا	۱			
ر	:	:	۲	
م	:	۴		
غ	:	:	:	۱
ا	۱			
ن	:	۵		
	۱	۶	۳	۱ ھ

عہ ایک دوست نے اس سے بھی لطیف مادہ تاریخی نکالا ہے ترجمان اورنگ زیب عالمگیر ۱۳۶۱ھ

حرف			
ت	:	:	۴
ر	:	:	۲
ج	۳		
م	•	۴	
ا	۱		
ن	•	۵	
ا	۱		
و	۶		
ر	،	•	۲
ن	•	۵	
گ	•	۲	
ز	۷	۱	
یب	۲	۱	
ع	•	۷	
ا	۱		
ل	•	۳	
م	•	۴	
گ	•	۲	
ی	:	!	
ر	:	•	۲
	۱	۶	۱۳ ھ

سلہ حضرت مصنف کی وفات ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ میں ہوئی ہے یہ تصنیف آخری وقت کی تصنیف ہے